﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ
الفضل
انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۵؍اگست ۲۰۰۳ء | ۱۵؍جمادی الثانی ۱۴۲۴ ہجری قمری ۱۵؍ظہور ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۳۳

خلیفہ کی اطاعت

حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کی ایک مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’اللہ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ اللہ کی قسم نہ مَیں نے کبھی ان کی نافرمانی کی اور نہ کبھی انہیں دھوکہ دیا۔ پھر اللہ نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ خدا کی قسم نہ مَیں نے کبھی ان کی حکم عدولی کی نہ کبھی غلط بیانی کی۔ پھر اللہ نے مجھے خلیفہ بنادیا۔ کیا میرے تم پر وہی حقوق نہیں جو ان پہلے خلفاء کے مجھ پر تھے‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ الحبشہ)

ہماری جماعت یہ غمِ کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ اُن میں تقویٰ ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے تقویٰ کی اہمیت، برکات اور تقویٰ کے حصول کے ذرائع کا اثر انگیز تذکرہ

(سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر افتتاحی خطاب)

(خطاب کا یہ متن ادارہ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(اسلام آباد۔ٹلفورڈ۔ ۲۵؍جولائی ۲۰۰۳ء): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج اسلام آباد میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۳۷ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر جو افتتاحی خطاب فرمایا وہ ہدیۂ قارئین ہے۔

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ: اس وقت مَیں اپنی جلسہ سالانہ کی پہلی تقریر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء کی جو پہلی تقریر تھی اس میں سے اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا لیکن اس سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد ہے کہ کس طرح ہمیں باتیں یاد رکھنی چاہئیں وہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

’’سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے، پورے غور و فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اس میں سستی، غفلت اور عدم توجہ بہت برے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جائے تو غور سے اس کو نہیں سنتے۔ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا‘‘۔

(الحکم ۱۰؍مارچ ۱۹۰۲ء)

اس وقت جو مَیں اقتباسات تقریر کے پیش کروں گا یہ تقویٰ کے بارہ میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں تقویٰ کے بارہ میں ایسی نصائح فرمائی ہیں اور مختلف زاویوں سے تقویٰ کے حصول کے ذرائع بتائے ہیں جس پر اگر عمل کر لیا جائے تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس سے تعلق دل میں پیدا نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے، کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل ۱۲۹:) اللہ یقیناً اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

ایمان، یقین، معرفت اور رشتہ تودّد و تعارف کی ترقی کیلئے جلسہ میں شامل ہوں

جلسہ کے بابرکت ایام کو ذکر الٰہی، درود شریف اور بکثرت استغفار پڑھنے میں گزاریں۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۵؍جولائی ۲۰۰۳ء)

(اسلام آباد۔ٹلفورڈ۔ ۲۵؍جولائی): سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج اسلام آباد ٹلفورڈ سرے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۳۷ویں جلسہ سالانہ کے حوالے سے جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں بیان فرمائے۔ اور ان بابرکت ایام میں ذکر الٰہی، درود شریف اور بکثرت استغفار پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۹۰۳ء کے الہامات کا تذکرہ بھی فرمایا حضور انور کا یہ خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا اور متعدد زبانوں میں رواں ترجمہ بھی نشر ہوا۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ آج سے جماعت احمدیہ برطانیہ اپنا ۳۷واں جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس جلسہ کی روایات وہی رہیں جو آج سے ۱۱۲ سال قبل حضرت مسیح موعودؑ نے جاری فرمائی تھیں اور اس جلسہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے عام میلوں سے الگ قرار دے کر صحت نیّت اور حسن ثمرات کے ساتھ موقوف قرار دیا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یہ جلسہ دنیا کے میلوں کی طرح نہیں ہے بیعت کرنے کے بعد ملاقات کا سلسلہ بھی ضروری ہے۔ ہر شخص کے لئے ہر وقت صحبت میں رہنا مشکل ہے لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز کیلئے احباب یہاں آویں۔ پس لوگوں کو ربّانی باتوں کے سننے کے لئے مقررہ تاریخوں پر آجانا چاہئے۔ اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں۔ نیز ان دوستوں کیلئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ:افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ ازصفحہ اول

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں‘‘۔ یعنی چھوٹے گناہ اگر ان کی پرواہ نہ کی جائے تو بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔ ’’صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے ویسا ہی قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ ان کا دعویٰ اور لاف و گزاف تو بہت کچھ ہے اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا ہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے، لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ زبان لاالٰہ الا اللّٰہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل روبدنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے‘‘۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں، اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جائے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے؟ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے؟ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے، وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی، ہر طرح فتح کی امید تھی لیکن پھر بھی آنحضرت ﷺ رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے، یعنی ممکن ہے کہ وعدۂ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

پس ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود کفیل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق:۳۔۴) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں، یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا، اس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لیے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اسے ایسے مواقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا، تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق:4) یعنی جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اُس کے لئے کافی ہے۔ لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے، وہ اہلِ دین تھے۔ ان کی ساری فکریں محض دینی اُمور کے لیے تھیں اور دنیوی امور حوالہ بخدا تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکات تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مَصائِب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور میں حارج ہوں‘‘۔

پھر متقی کے لئے روحانی رزق کیا ہے۔ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

’’ایسا ہی اللہ تعالیٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے۔ یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کروں گا۔ آنحضرت ﷺ کو باوجود امی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جس میں اہل کتاب، فلاسفر، اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے، لیکن آپ کو روحانی رزق اس قدر ملا کہ آپؐ سب پر غالب آئے اور ان سب کی غلطیاں نکالیں۔

یہ روحانی رزق تھا جس کی نظیر نہیں۔ متقی کی شان میں دوسری جگہ یہ بھی آیا ہے۔ ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (الانفال:۳۵) اللہ تعالیٰ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست۔ پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلائے۔ آج کل زمانہ کس قدر پست ہمت ہے۔ اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہہ دے کہ تُو میرا دوست ہے یا اس کو کرسی دے اور اس کی عزت کرے، تو وہ شیخی کرتا ہے۔ فخر کرتا پھرتا ہے، لیکن اس انسان کا کس قدر افضل رتبہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم ﷺ کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے جیسے کہ ایک حدیث بخاری میں وارد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ولی ایسا قرب میرے ساتھ بذریعہ نوافل پیدا کر لیتا ہے کہ مَیں بھی اس سے پیار کرنے لگتا ہوں اور جب مَیں اس سے محبت کرنے لگ جاؤں تو مَیں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو مَیں ضرور اس کو وہ دے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ کا طلبگار ہو تو مَیں (شیطان کے مقابل پر) ضرور اُسے محفوظ رکھتا ہوں‘‘۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک فرائض دوسرے نوافل۔ فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو۔ جیسے قرضہ کا اتارنا۔ یا نیکی کے مقابل نیکی۔ ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں، یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔ جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا یہ نوافل ہیں۔ یہ بطور مُکَمَّلَاتْ اور مُتَمِّمَاتْ فرائض کے ہیں۔ اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافِل سے ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ، پاؤں حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے‘‘۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہر احمدی سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اس کا ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے مطابق ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

ترے جانے کے بعد

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر اسلام آباد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مزار مبارک پر حاضری کے بعد

شہر ہے اک درد کا منظر ترے جانے کے بعد
مَیں بھی آیا ہوں بچشمِ تر ترے جانے کے بعد

جانتا بھی تھا کہ تجھ سے مل نہ پاؤں گا مگر
پھر بھی آیا ہوں ترے دَر پر ترے جانے کے بعد

اب تخیّل میں مرے پرواز کی طاقت نہیں
کٹ گیا ہے شعر کا شہپر ترے جانے کے بعد

وہ تری خاکِ لحد اور وہ ہجومِ عاشقاں
تھا بڑا دلدوز یہ منظر ترے جانے کے بعد

ان دلوں کی کیفیت ہو بھی تو ہو کیسے بیاں
جی رہے ہیں جو، تو مر مر کر ترے جانے کے بعد

تو نے کیا دیکھا ہے یوں ہو کر سر محفل خموش
ہم نے تو دیکھا ہے اک محشر ترے جانے کے بعد

میکدہ پر ہے ترے اب بھی ہجوم میکشاں
ہے لبالب ہی ترا ساغر ترے جانے کے بعد

دشتِ غم میں قافلہ تیرا پریشاں تھا بہت
دے دیا اللہ نے اِک رہبر تیرے جانے کے بعد

تُو کہ اک تابندہ مظہر قدرتِ ثانی کا تھا
مل گیا ہے اک نیا مظہر ترے جانے کے بعد

(عبدالمنان ناہیدؔ)

دعوت الی اللہ کی عالمگیر تحریک اور عہد خلافت رابعہ

(حافظ مظفر احمد۔ ربوہ)

(دوسری و آخری قسط)

سب سے اہم ذمّہ داری

حضور نے دعوت الی اللہ کے لئے اپنی قلبی کیفیت اور بے چینی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’آج جماعت کی سب سے بڑی اور سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے۔‘‘...... ’’اور اس میں غفلت کرنے والے خدا کے سامنے جواب دہ ہونگے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ28-اگست 1987ء)

حضور نے سنجیدگی کے ساتھ دعوت الی اللہ اور اس کے لئے دعاؤں میں اپنی اولادوں کو بھی شریک کرنے کی تلقین کی اور فرمایا:۔

’’اگر آپ اس سنجیدگی کے ساتھ دعوت الی اللہ کی طرف توجہ کریں گے اور جذبے کے ساتھ ان کو کہیں گے کہ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ میرا دل چاہتا ہے مگر میں مجبور اور بے اختیار ہوں۔ میرا بس نہیں پھر دیکھیں کہ خدا ان معصوم بچوں کی دعائیں آپ کے ساتھ شامل کرے گا۔ آپ کے الفاظ میں کتنی عظیم الشان طاقت پیدا ہوجائے گی۔ آپ قوموں کو فتح کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن قوموں کو محبت اور پیار کے غالب جذبے اور دعاؤں کے ذریعہ آپ نے فتح کرنا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ28 اگست1987ء)

حضور انور نے اپنے خطبات میں دعوت الی اللہ کی مشکلات کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے حل پیش فرمائے اور پابندیوں کے باوجود اپنے مقصد کی طرف رواں دواں رہنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ فرمایا:۔

’’یہ بہانہ تو خداتعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا کہ ہم ایسے ملک میں رہتے تھے جہاں دنیا پرستی تھی۔ دنیاداری میں لوگ اتنے بڑھ گئے تھے کہ بات نہیں سنتے تھے۔ اس لئے بات سنانے کا ڈھنگ سیکھنا پڑے گا اور بات سنانے کے ڈھنگ میں خداتعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ تقویٰ سے کام لیا جائے۔‘‘ (خطبہ فرمودہ30- جنوری1987ء)

’’وہ لوگ جو پاکستان میں اس خیال سے تبلیغ چھوڑ چکے ہیں کہ اب تبلیغ بند ہوگئی ہے۔ بڑی سختی ہورہی ہے۔ ہم تبلیغ کریں تو یہ مصیبتیں پڑیں گی۔ یہ ان کا واہمہ ہے۔ جو لوگ تبلیغ نہیں کریں گے ان پر بھی تبلیغ کا الزام لگنا ہی لگنا ہے۔ کیونکہ مقابل پر جھوٹے ہیں اس لئے اگر دعوت الی اللہ نہ کرکے آپ قید کئے جائیں گے تو یہ تو گناہ بے لذت ہے اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں اس سزا پر آپ کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس لئے جب جانا ہی ہے تو دعوت الی اللہ کر کے قید میں جائیں تاکہ خدا کے پیار کا مورد بنیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ20- فروری1987ء)

باثمر ہونے کا وعدہ

1987ء میں ہی حضور نے جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ:۔

’’ہر احمدی کو خداتعالیٰ سے مخلصانہ وعدہ کرنا چاہئے اور اس کے حصول کے لئے خلوص کے ساتھ محنت اور کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہماری محنت مخلصانہ ہوگی تو خداتعالیٰ حالات میں ایک تبدیلی پیدا کردے گا۔ اگر کسی احمدی کی محنت کو پھل نہیں لگ رہا تو اسے پریشان ہوجانا چاہئے کہ کیا خامی باقی رہ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ پھل سے محروم ہے۔

ہر وقت اس بات پر غور کرتے رہیں کہ آپ نے خدا کی رضا کی خاطر کیا کچھ کیا ہے۔ ہر مرد، عورت، بچہ اور بوڑھا مکمل طور پر خدا کے لئے خود بھی وقف ہوجائے اور اپنا سب کچھ خدا کیلئے وقف کردے اور اپنی کوشش کو دیوانگی کی حد تک پہنچادے۔ ہر احمدی کو چاہئے کہ وہ اپنے دل کو کریدتا رہے کہ اس نے کتنے احمدی بنائے ہیں۔ اس لئے ساری دنیا کے احمدیوں کو چاہئے کہ وہ سب سے پہلے اپنے اندر اس احساس کو پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔‘‘

نیز فرمایا:۔

’’ہر احمدی نہ صرف یہ عہد کرے بلکہ اس عہد کے پیچھے پڑ جائے۔ دن رات اسے یاد رکھے اور اسے حرز جان بنالے اور وہ اس وقت تک چین نہ پائے جب تک اس کی کوششوں کو پھل نہ لگنے شروع ہوجائیں۔ اور جب میں ایک احمدی کہتا ہوں تو مراد یہ ہوتی ہے کہ خاندان کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے اور اس طرح ایک خاندان ایک اور خاندان کو احمدی بنائے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ30 جنوری1987ء)

دعوت الی اللہ کی فرضیت

حضور نے تینوں تنظیموں خدام، انصار اور لجنہ کو بھی دعوت الی اللہ کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کی تلقین فرمائی اور ہر فرد کم از کم کو ایک پھل حاصل کرنے کی تحریک کامیاب بنانے پر زور دیا۔

مجلس انصار اللہ انگلستان کے اجتماع پر خطاب کرتے ہوئے حضور نے انہیں اس ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی۔

’’آخر میں مجھے یہ زور دے کر کہنا ہے کہ ایک آدمی کیلئے سال مین ایک (پھل حاصل کرنا) کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ آپ میں سے ہر ایک اس صلاحیت کا حامل ہے۔ اس کام کیلئے کوئی زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک چیز کی ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ باخدا بن جائیں۔‘‘

(خطاب سالانہ اجتماع انصار اللہ یو۔کے جولائی 1989ء انگریزی ترجمہ)

حضور نے ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ فتح کی آخری آیت وَ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ پر دیا کہ محمدؐ کے ساتھیوں کی مثال انجیل میں کھیتی سے دی گئی ہے۔ آپ نے اس آیت کی رُو سے دعوت الی اللہ کی اہمیت وفرضیت کی بیان کی اور جماعت کو رسول اللہؐ کے ساتھیوں میں شامل ہونے کی غیرت دلاتے ہوئے دعوت الی اللہ کی تحریک کی اور فرمایا:۔

’’اگر محمدؐ کے ساتھی بننا ہے تو پھر دعوت الی اللہ ہر ایک پر ضرور فرض ہے کیونکہ محمد رسول اللہؐ کے وہی ساتھی شمار ہوں گے جو خدا کی راہ میں کھیتی اُگائیں گے اور پھر اس کی پرورش خود کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ کھیتی توانا ہوجائے۔ لہذا ہر وہ احمدی جو کسی بھی جگہ دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے اسکا کلام اللہ میں ذکر موجود ہے۔ خدا کی بیان کردہ تعریف کی رو سے آپ کو لازما خدا کی راہ میں کھیتی اگانی ہوگی اور نئے نئے روحانی وجود پیدا کرنے ہوں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ6 نومبر1987ء)

بعض لوگ یا جماعتیں جو اپنی کسی کمزوری حجاب یا کم علمی کی وجہ سے دعوت الی اللہ کے کام کو مشکل سمجھ کر حضور کے ارشاد کی تعمیل میں سنجیدگی سے اس طرف توجہ نہیں دے سکے تھے۔ حضور نے اس خطبہ میں انہیں خلیفۂ وقت کی ہدایات پر عمل کرنے کی برکات کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا:۔

’’اگر آپ خلیفۂ وقت کی ہدایات (میں یا کوئی بھی ہو جو بھی اس منصب پر فائز ہوتا ہے خواہ میرے جیسا کمزور ہی کیوں نہ ہو) کو آپ نظر انداز کریں گے یا تخفیف کی نظر سے دیکھیں گے تو آپ سے برکتیں اُٹھ جائیں گی...... میری ساری زندگی کے تجربہ کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی ہدایات پر اگر آپ اخلاص کے ساتھ سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں خواہ آپ کی سمجھ میں وہ بات آئے یا نہ آئے تو آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت پڑے گی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ6 نومبر1987ء)

تبلیغ کے کام میں پیدا ہونے والے عذروں کا حل بھی پیش کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ قانون قدرت کے مطابق کوشش کرنے والے کو پھل ضرور عطا ہوتا ہے۔ اگر پھل نہیں لگتا تو کوئی سبب ہے فرمایا:۔

’’اگر سنجیدگی سے توجہ کی جاتی تو وہ نتیجہ ضرور نکلنا تھا جو پہلے نکلتا آیا ہے اللہ تعالیٰ کے قوانین تبدیل نہیں ہوا کرتے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 8 نومبر1991ء)

پھر حضور نے خود تفصیلات میں جاکر خطبات میں جماعت کو دعوت الی اللہ کے آداب اور سلیقے خود سکھائے۔

مناسب زمین کا انتخاب

’’حکمت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ مناسب زمین کا انتخاب کیا جائے...... خداتعالیٰ نے ہدایت کا وعدہ ان لوگوں سے کیا ہے جو تقوی رکھتے ہیں جن کے اندر سچائی کو سچائی کہنے کی ہمت ہے اور حوصلہ ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ25 فروری1983ء)

دعوت الی اللہ اور ذاتی نمونہ

’’لاکھ آپ خدا کی طرف بلائیں اگر اس کا عمل اس کی تصدیق نہیں کرتا اگر وہ جس کو آپ دعوت دے رہے ہیں پہچانتا نہیں ہے کہ یہ آنے والا واقعتۃً خدا طرف سے آیا ہے اس وقت تک آپ کی دعوت میں کوئی اثر نہیں پیدا ہوسکتا۔‘‘ (فرمودہ ۲؍جون ۱۹۹۲ء)

دعوت الی اللہ اور حسنِ خلق

دعوت الی اللہ میں حسن خلق کو بہت ہی دخل ہے۔ لیکن صرف حسن خلق کافی نہیں۔۔۔ محض حسن خلق اور زبان سے خاموشی۔ یہ تو نہ انبیاء کا دستور ہے نہ کوئی معقول آدمی اسے تسلیم کرتا ہے کہ اس طرح دعوت الی اللہ پھیل جائے گی اگر خداتعالیٰ نے صرف حسن خلق سے کام لینا ہوتا تو بلّغ کے حکم کی ضرورت نہ ہوتی۔

(خطبہ جمعہ ۱۹؍جولائی ۱۹۸۵ء)

حکمت کی ایک راہ محبت و پیار

’’اگر آپ نے حکمت سے کام لیکر پیغام کے بغیر محبت پیار، حسن خلق سے اس کا دل جیتا تو پھر اس کا مزاج نرم ہوگا۔ اور اکثر دعوت الی اللہ میں کامیابی اسی ذریعہ سے ہوتی ہے۔ (فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

حضور نے خود تفصیلات میں جاکر خطبات کے ذریعہ دعوت الی اللہ کے حسین انداز جماعت کو سکھائے۔ نیک نصیحت سے بات شروع کی جائے۔

’’موعظۃ حسنۃ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی پیاری بات کہے ایسی نیک نصیحت کرے کہ وہ اس کو اچھی لگے۔ دنیا میں معاشرہ میں اتنی خرابیاں ہیں۔ غریبوں پر ظلم ہورہے ہیں۔ مصیبتوں میں لوگ مبتلا ہیں۔ یہی درس دیتے پھریں کہ بھائی خدا کا خوف کرو۔ کیا کرتے ہو تم؟‘‘ ’’موعظۃ حسنۃ‘‘ کرنے والے کی دل میں عزت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بات انسان زیادہ محبت اور غور سے سنتا ہے۔ اگر جاتے ہی وفات مسیح چھیڑ دیں گے تو وہاں تو پھر مجادلہ شروع ہوجائے گا۔‘‘ (فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

پہلے ذاتی تعلق قائم کریں

’’آپ کسی شخص کے ساتھ پہلے اپنا ذاتی تعلق قائم کریں اور اس کو یہ خیال پیدا ہو کہ آپ اس کے سچے ہمدرد ہیں۔ اس کے بغیر وہ بات نہیں کرے گا۔‘‘

فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

دلیل احسن رنگ میں پیش کی جائے

’’جب دلائل کی جنگ شروع ہو تو پہلے کمزور دلائل نہ نکالا کرو یا یوں ہی کوئی دلیل دینی نہ شروع کرو بلکہ ادفع بالتی ھی احسن کی رو سے تم اپنے ترکش سے سب سے اچھا تیر نکالو سب سے مضبوط دلیل نکالا کرو۔‘‘

(خطبہ جمعہ ۱۸؍فروری ۱۹۸۳ء)

مسلسل رابطہ ضروری ہے

’’لفظ حکمت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم جب تبلیغ کرتے ہو یا کرو گے تو بہت لطف اٹھاؤ گے اور پھر دوبارہ اس شخص کی تلاش نہیں کرو گے اور اس سے دوبارہ نہیں ملو گے اور سہ بارہ اسی سے نہیں ملو گے اور پھر چوتھی دفعہ اس نہیں ملو گے اور پانچویں دفعہ نہیں ملو گے تو تم اپنے پھل سے محروم کردیئے جاؤ گے۔ اس لئے جب تک وہ تمہارا نہیں ہوجاتا تمہیں مسلسل اس کی طرف توجہ کرنا پڑے گی۔

(فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

دعوت الی اللہ کی حقیقی روح

’’تبلیغ اس غرض سے، اس مقصد سے ہونی چاہئے کہ خدا والوں کی تعداد بڑھے۔ جو اللہ والے ہیں وہ کثرت سے پھیلیں اور اگر غیر آپ کی جماعت میں داخل نہیں بھی ہونا چاہتے تو اُن میں اللہ کے رنگ پہنچیں اور آپ کی نصیحت کا فیض عام ہوجائے۔‘‘

نومبائع کو جلد از جلد داعی اللہ بنائیں

’’ایک اور بات یہ ہے کہ نومبائع کو آپ جتنی جلدی داعی الی اللہ بنائیں اتنا ہی اچھا ہے۔ جب وہ احمدی ہو اس کو اس وقت اگر مالی قربانی کی عادت ڈال دیں، دعوت الی اللہ کی عادت ڈال دیں تو اس وقت پڑسکتی ہے۔‘‘

(فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

حضور نے ایک طرف ملکوں کی آپس میں دعوت الی اللہ کی دوڑیں لگوائیں تو دوسری طرف تنظیموں کیبا ہمی مقابلے کروائے اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں دعوت الی اللہ کے اس میدان میں اتارا۔

آپ نے فرمایا:۔ ’’میں ایک دفعہ پھر جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کو خصوصیت سے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ایک جھرجھری لے کر بیدار ہوجائیں آپ کے اندر وہ صلاحیتیں موجود ہیں جو انقلاب برپا کرنے والی صلاحیتیں ہوا کرتی ہیں۔ آپ جیسی اور کوئی قوم دنیا میں موجود نہیں۔ آپ وہ ہیں جنہوں نے سرتاپا اپنے آپ کو خدا کے حضور پیش کر رکھا ہے۔ اور اس دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا سے الگ زندگی بسر کررہے ہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ10 جنوری1992ء)

انفرادی منصوبہ اور اس پر عملدرآمد کا طریق

دعوت الی اللہ کے کام کو عملی رنگ دینے کے لئے حضور نے بڑی تفصیل سے خطبات جمعہ میں بھی اور انتظامی رنگ میں ہدایات ارشاد فرمائیں۔ اور ہر داعی الی اللہ کو اپنا ایک منصوبہ بنانے کی تحریک فرمائی۔

’’اگر آپ اکیلے داعی الی اللہ ہیں تو اپنا منصوبہ بنائیں اور گھر میں بچوں کو بھی آمادہ کریں۔ بیوی کو بھی اس سکیم میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کریں اور پھر جب بچے منصوبے بنائیں تو آپ ان سے منصوبہ لے کر ان کے ساتھ بیٹھا کریں اور ان کو بتائیں کہ اس منصوبہ میں یہ یہ کمزوری ہے..........اس وقت دنیا کو دعوت الی اللہ بہت زیادہ ضرورت ہے اور ایسے عالمی حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ لوگ دعوت الی اللہ قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 21 فروری 1992ء)

’’ہر خاندان میں ہر گھر میں اپنی اپنی منصوبہ بندی ہونی چاہئے اگر ہر خاندان اپنی اپنی منصوبہ بندی کرے جس میں چھوٹے بڑے سب اپنی اپنی توفیق کے مطابق شامل ہوں اور پھر دعائیں کر کے منصوبہ پر عمل کرنا شروع کریں اور اس کے نتائج پر آپس میں مل کر گفتگو کیا کریں تو مجھے یقین ہے کہ ایک سال کے اندر اندر ہی غیر معمولی نتائج ظاہر ہوں گے۔‘‘ (خصوصی پیغام بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کراچی۔ بحوالہ المصلح کراچی اپریل 1992ء)

حضور نے عملی منصوبہ بنا کر اس پر تفصیل سے کام کرنے کا طریق بھی بتایا:۔

’’ہر فرد کا بھی کام ہے کہ جب خدا تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے تو اس کیلئے کوشش تو کرے۔ جس نے سو کا وعدہ کیا ہے اس کو کم سے کم ہزار پر کام کرنا چاہئے اور ہزار پر بیک وقت کام تو کر نہیں سکتا۔ اسے ہر روز دعوت الی اللہ کرنی ہوگی اور دن رات کرنی ہوگی۔

خدا سے یہ عہد کریں کہ میں نے فرضی منصوبہ نہیں بنایا۔ میں نے اپنی اندرونی صلاحیتوں کا اندازہ لگا کر زیادہ سے زیادہ منصوبہ بنالیا ہے۔ اب تو میری مدد فرما، اور دن رات اگر محنت بھی کرے گا اور دعائیں بھی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کر دے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 مارچ 1992ء)

دعوت الی اللہ کیلئے تفصیلی ہدایات

ہر پہلو سے تفصیلی ہدایات اپنے خطبات جمعہ میں حضور نے دیں۔ تربیت داعیان کے بارہ میں فرمایا:۔

داعیان کی تربیت کا نظام

’’تھوڑی تھوڑی چیزوں کے ساتھ اپنے داعیین الی اللہ کو تربیت دینی چاہئے۔ اتنا دیں جتنا وہ ہضم کر سکیں۔ ایسی چیز سکھائیں جس پر طبیعت اتنی ماہر ہو، اتنی بشاشت اختیار کر جائے، چھوٹی سی دلیل ہو، ایک ہو لیکن ہو پکی اور اتنی پکی ہو کہ انسان کا دل مچلے کہ میں اس کو استعمال کر کے دیکھوں۔‘‘ (فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

دعوت الی اللہ کے لئے تدریج اور استقلال چاہئے

’’دعوت الی اللہ میں کچھ دن جوش اور پھر چھٹی۔ تیز دوڑے اور پھر سانس چڑھ گیا۔ پھر وہیں کھڑے ہو گئے، پھر آرام کیا، پھر نیند آ گئی۔ دعوت الی اللہ زندگی بھر کا کام ہے۔ اتنی رفتار رکھنی چاہئے جسے انسان قائم رکھ سکے۔ رفتہ رفتہ رفتار بڑھنی چاہئے۔ چند دن کے جوش کے بعد اگر دعوت الی اللہ کا کام ختم ہو جائے اس کا مطلب ہے کہ یہ سب مصنوعی طریقہ تھا اور دعوت کا کام کروانے والے کو سلیقہ نہیں ہے کہ کس طرح کروایا جاتا ہے۔ تمام دعوت الی اللہ کرنے والوں پر نظر رکھنا، ان کے ساتھ ساتھ چل کے ان کو سمجھانا جو جو سمجھایا گیا ہے اسکے اثرات کا جائزہ لینا ان اثرات کو مرتب کر کے اسکے نتیجے میں باقی دوستوں کو سمجھانا کہ یہ چیز ہے اس نے یہ فائدہ دیا اس چیز نے یہ نقصان دیا اس سے بچو اسکو اختیار کرو یہ سارے کام دعوت الی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔‘‘ (فرمودہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

انتظامی امور

خطبات دعوت الی اللہ کے ساتھ ساتھ ایک بہترین منتظم کی طرح حضور انور نے نظام جماعت کو بھی اس سلسلہ میں متحرک کرنا شروع کیا اور 1987ء اور اعلیٰ سطحی مشوروں کے بعد دعوت الی اللہ کا طویل المیعاد منصوبہ اور فوری عملدرآمد کا پروگرام طے پایا۔ جس پر عمل بھی شروع ہو گیا۔ داعیان الی اللہ کی تیاری ایک اہم ہدف تھا۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے محسوس فرمایا کہ آپ کی خواہش کے مطابق اس کام میں تیزی پیدا نہیں ہوئی تو 1987ء میں آپ نے ایک نائب ناظر اصلاح و ارشاد اس کام کے لئے مقرر فرما کر ہدایت فرمائی کہ وہ کچھ عرصہ کام کر کے جائزہ لیں اور دعوت الی اللہ کا نظام مستحکم کرنے کے لئے کسی الگ مستقل انتظام کے بارہ میں بھی مشورہ دیں۔ چنانچہ ان مشوروں کی روشنی میں بعد میں اس مقصد کے لئے الگ نظارت بھی قائم ہوئی۔

کوئی بھی نظام عمدہ طریقے سے چل نہیں سکتا جب تک اسے چلانے والا منتظم اور ادارہ فعال نہ ہو۔ حضور نے نظام جماعت، امراء، سیکرٹریان، ممبران عاملہ کو انتظامی امور احسن رنگ میں ادا کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

امراء کرام کو نصیحت!

’’میں امید رکھتا ہوں کہ تمام ممالک کے امراء اور ان کے ساتھی ان کی مجلس عاملہ خواہ ان کا شعبہ اصلاح و ارشاد سے تعلق ہو یا نہ ہو وہ سارے اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد یہ بنالیں گے ہم نے (دعوت الی اللہ) کے نقطہ نگاہ سے جماعت میں ایک انقلاب برپا کر دینا ہے۔ ایک نئی فضا پیدا کرنی ہے۔ نئی زمین بنانی ہے نیا آسمان بنانا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 نومبر 1991ء)

نیز فرمایا:

میں نے خطبہ میں ساری دنیا کی جماعتوں کو ایک دفعہ نہیں کئی بار ہدایت کی ہے کہ جو امیر ہے اس کا فرض ہے کہ مجلس عاملہ میں مہینہ میں ایک مرتبہ تبلیغ کے ایشو کے اوپر گفتگو ہو اور سیکرٹری تبلیغ اپنی رپورٹ پیش کرے۔ جو منصوبہ بنائے وہ مجلس عاملہ میں approve کروائے اور جو اس کے عمل کے نتیجہ میں باتیں سامنے آئی ہوں ان کو رکھے اگلی میٹنگ میں۔ مہینہ میں ایک مجلس صرف تبلیغ کے اوپر خرچ ہونی چاہئے۔ (مجلس عاملہ کی عاملہ گی آنا سے خطاب 3 جون 1991ء)

نیز فرمایا:۔

’’ایک جائزے کا نظام ہے وہ فوری طور پر قائم ہونا چاہئے.......... یہ جائزہ لینا چاہیے کہ دعوت الیٰ اللہ کون کر رہا ہے اور کیسے کر رہا ہے۔ اکثر بیچارے خواہش رکھتے ہیں لیکن طریقے کا پتہ نہیں ان کے لئے طریقے طے کرنا، ان کو سمجھانا اس کے مختلف ذرائع ہیں جنہیں جماعت کو اختیار کرنا ہوگا.......... اگر آپ دعوت الیٰ اللہ کا جائزہ لے رہے ہیں تو لٹریچر کا بھی جائزہ لیں۔ وڈیو، آڈیو کیسٹس کا بھی جائزہ لینا ہوگا کہ ان میں کس قسم کے جواب موجود ہیں؟ لٹریچر میں کیا ہے اور مخالفوں کی شرارتوں کا جواب کس کس لٹریچر میں ہے؟ ...... کیا کیا چیزیں کہاں کہاں پڑی ہوئی ہیں۔۔۔۔ اس کا باقاعدہ نظام لکھا ہوا ہو۔۔۔ عمومی نظر رہنی چاہیے کہ جس وقت جو چیز چاہیے چٹکی بجاتے ہی حاضر ہو۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جون 1997ء)

نیز فرمایا

’’مجلس عاملہ میں ان باتوں پر غور کریں۔ کبھی ایک پہلو پر غور کر کے اس کا نظام جاری کریں کبھی دوسرے پہلو پر غور کریں اور اس کا نظام جاری کریں۔ تھکیں اور ہاریں نہیں جب تک یہ نظام جاری نہیں ہو جاتا کہ سارے احمدی مرد ہوں یا عورت بڑے ہوں یا بچے وہ اپنے رنگ میں اس میں شامل نہ ہوں۔

نظام جماعت کا فرض ہے کہ ان مسائل کو عمومی طور پر پیش نظر رکھ کر انفرادی طور پر ہر شخص کی راہنمائی کرے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جون 1997ء)

سیکرٹری اصلاح وارشاد کا کام

فرمایا:۔

’’سیکریٹریوں کو اس ذمہ داری کے ساتھ اپنے منصب کو سمجھنا چاہیے اور یہ سوچتے ہوئے کام کرنا چاہیے کہ جواب دہ تو وہ بہر حال ہوں گے۔ امیر نے جواب طلبی نہ کی تو خدا تعالیٰ جواب طلبی کرے گا۔" (خطبہ جمعہ 18-دسمبر 1992ء)

’’اصلاح و ارشاد کے سیکریٹری کا یہ کام ہے کہ اپنے داعیان کے اوپر نظر رکھے کہ کس کس ہتھیار کی ان کو ضرورت ہے اور وہ ہتھیار ان تک پہنچتا بھی ہے کہ نہیں۔ کس کس سوال کا ان کو سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا جواب ان کو آتا بھی ہے کہ نہیں۔ کہاں کہاں اسلام اور احمدیت کے خلاف باقاعدہ منظم طور پر ایک سازش پنپ رہی ہے۔ کس طرح احمدی مخلصین کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 18 دسمبر 1992ء)

نیز فرمایا

’’سیکریٹری اصلاح و ارشاد کو جائزہ لینا چاہئے کہ سارے معاشرے میں کس قسم کے لوگ ہیں، کتنے مذاہب ہیں، کتنی کتنی قوموں کے لوگ بستے ہیں جب سے میں نے چارج لیا ہے میں نے ان پر نظر رکھتے ہوئے کیا کام کیا ہے۔ ایسا جس سے پہلے کی نسبت زیادہ قوموں تک احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہو۔ مختلف طبقات ہیں ان تک پیغام پہنچانے کے لئے میں نے کیا کوشش کی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 دسمبر 1992ء)

’’سیکریٹریوں کو اس ذمہ داری کے ساتھ اپنے منصب کو سمجھنا چاہیے اور یہ سوچتے ہوئے کام کرنا چاہیے کہ جواب دہ تو وہ بہر حال ہوں گے۔ امیر نے جواب طلبی نہ کی تو خدا تعالیٰ جواب طلبی کرے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 دسمبر 1992ء)

حضور کے دعوت الی اللہ کے بارے میں متعدد خطبات کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ افراد جماعت اپنے آپ کو دعوت الی اللہ کیلئے آمادہ محسوس کرنے لگے۔ چونکہ حضور نے خود ایک خطبہ میں فرمایا کہ:

’’میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے پچاس فیصد احمدی داعی الی اللہ بننے کے اہل بن چکے ہیں۔‘‘

مگر اس کے لئے جس جذبے اور دعا کی ضرورت ہے اگر وہ بھی ان میں پیدا ہو جائے اور وہ حقیقی داعی الی اللہ بن جائیں تو حضور نے فرمایا:۔

’’میں یقین رکھتا ہوں کہ اتنی تیزی سے دنیا میں اسلام کا انقلاب آنا شروع ہو جائے گا کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ (خطبہ فرمودہ 20 نومبر 1987ء)

کئی سال تک جماعت کو دعوت الی اللہ کے لئے تیار کر کے 1991ء سے حضور نے ایک خاص مہم چلانے کا ارادہ فرمایا۔ اسی سال حضور نے اس سلسلہ میں ایک نظارت بھی قائم فرمائی اور دعوت الی اللہ کے مختلف پہلوؤں بالخصوص انتظامی امور پر 1991ء میں ان خطبات جمعہ کی تعداد آٹھ ہے۔ 1992ء میں ایک 1994ء میں دو خطبات جمعہ 1995ء میں سات خطبات جمعہ 1996ء میں نو خطبات جمعہ اور 1998ء میں دو خطبات کل 27 خطبات ارشاد فرمائے۔

1991ء میں حضور نے دعوت الی اللہ کے لئے ایک نظارت قائم فرمائی

دعوت الی اللہ کے فوائد و برکات

حضور نے دعوت الی اللہ کے فوائد و برکات بھی خوب کھول کر جماعت کے سامنے رکھے۔

فرمایا ’’ہم اپنے دکھوں کو دعوت الی اللہ کے ذریعہ ہی دور کر سکتے ہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 1985ء)

’’میں دعوت الی اللہ کرنے والوں کو خوشخبری دیتا ہوں کہ جب وہ کسی کی زندگی بنائیں گے تو خدا ان کی ایک اور زندگی بنا دے گا اور یہ ایک ایسا جاری فیض ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 فروری 1992ء)

ممالک تنظیموں اور جماعتوں کو ضلعی اور مقامی سطح پر عملی رنگ میں دعوت الی اللہ کیلئے مقامی سطح پر عملی رنگ میں دعوت الی اللہ کے لئے شریک کرنے کی خاطر حضور نے 1991ء سے ٹارگٹ کا سلسلہ شروع فرمایا اور عالمگیر جماعتوں کی ایک مسابقت فی الخیرات کی ایک دوڑ لگوائی۔ ہمیں ہدایت فرمائی کہ اضلاع کا باہم مقابلہ کرواتے رہا کریں اور اچھا کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

حضور کی نظر پوری تفصیل سے ایک ایک تنظیم، ضلع اور جماعت پر ہوتی تھی۔ ایک دفعہ جماعت کراچی نے کسی موقع پر پیغام کا تقاضا کیا تو انہیں دعوت الی اللہ کی منصوبہ بندی ہر گھرانے کی سطح پر کرنے کا پیغام بھجوایا۔ فرمایا:۔

’’اگر جماعت کراچی کے تمام افراد مرد و زن حکمت اور سلیقے اور مستقل مزاجی اور دعاؤں کے ساتھ دعوت الی اللہ میں مصروف ہوں تو دیکھتے دیکھتے وہاں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ (خصوصی پیغام بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کراچی۔ بحوالہ المصلح کراچی اپریل 1992ء)

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آج جماعت احمدیہ کا یہ کام ہے کہ ایک مہم کی صورت میں دنیا کے سامنے اسلام کی امن اور آشتی کی جو حسین اور خوبصورت تعلیم ہے وہ پیش کریں اور دنیا میں یہ منادی کریں کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حسین تعلیم سے پھیلا ہے

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز- فرمودہ ۲۰/جون ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۰/احسان ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۔ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ لَاانْفِصَامَ لَهَا ۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

(سورة البقره:۲۵۷)

آج کل تمام مغربی دنیا اکٹھی ہو کر عالم اسلام پر یہ الزام لگا رہی ہے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے اور اس بنیادی تشدد کی تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں میں جہادی تنظیمیں قائم ہیں۔ یہ انتہائی جھوٹا اور گھناؤنا الزام اسلام کی تعلیم پر لگایا جا رہا ہے۔ ہر احمدی اس سے بخوبی واقف ہے۔ اسلام تو امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دینے والا مذہب ہے اور جتنی انسانیت کے حقوق کا پاس اسلامی تعلیمات میں ملتا ہے اس کی مثال، اس کی نظیر اور کسی تعلیم میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ساتھ مَیں، بدقسمتی، کہوں گا کہ بعض تشدّد پسند گروہوں نے جن کا اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اپنی انا کی تسکین کے لئے، اپنی ذات کو ابھار کر دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اسلام کی تعلیم کو اس طرح جہادی تنظیموں کے تصور کے ساتھ منسلک کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی وجہ سے اسلام کی جو خوبصورت تعلیم تھی اس کا ایک بڑا بھیانک تصور قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہے بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ ابھی جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

''یہ عجیب بات ہے کہ اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ جبر سے دین پھیلانے کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اسلام اگر ایک طرف جہاد کے لئے مسلمانوں کو تیار کرتا ہے جیسا کہ اس سورة میں وہ فرما چکا ہے کہ ﴿قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ﴾ (بقرہ:۱۹۱) یعنی تم اللہ کی راہ میں، ان لوگوں سے جنگ کرو، جو تم سے کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ﴿لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْن﴾ یعنی جنگ کا جو حکم تمہیں دیا گیا ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے جبر کرنا جائز ہو گیا ہے، بلکہ جنگ کا یہ حکم محض دشمن کے شر سے بچنے اور اس کے مفاسد کو دُور کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ قرآن کریم ایک طرف تو مسلمانوں کو لڑائی کا حکم دیتا اور دوسری طرف اسی سورة میں یہ فرما دیتا کہ دین کے لئے جبر نہ کرو۔ کیا اس کا واضح الفاظ میں یہ مطلب نہیں کہ اسلام دین کے معاملے میں دوسروں پر جبر کرنا کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ پس یہ آیت دین کے معاملے میں ہر قسم کے جبر کو نہ صرف ناجائز قرار دیتی ہے بلکہ جس مقام پر یہ آیت واقع ہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام جبر کے بالکل خلاف ہے۔ پس عیسائی مستشرقین کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ غیر مذاہب والوں کو اسلام میں داخل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کی کہ مذہب کے معاملے میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے اور دین کے بارے میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔''

(تفسیر کبیر۔ جلد دوم۔ صفحہ ۵۸۵ تا ۵۸۶)

حضرت خلیفة المسیح الاول رضی اللہ عنہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''﴿لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ ایک انبیاء کی راہ ہوتی ہے، ایک بادشاہوں کی۔ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں ہوتا کہ وہ ظلم و جَور و تعدّی سے کام لیں۔ ہاں بادشاہ جبر و اِکراہ سے کام لیتے ہیں۔ پولیس اُس وقت گرفت کر سکتی ہے جب کوئی گناہ کا ارتکاب کر دے مگر مذہب گناہ کے ارادے کو بھی روکتا ہے۔ پس جب مذہب کی حکومت کو آدمی مان لیتا ہے تو پولیس کی حکومت اس کی پرہیزگاری کے لئے ضروری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبر و اکراہ کا تعلق مذہب سے نہیں۔ پس کسی کو جبر سے مت داخل کرو کیونکہ جو دل سے مومن نہیں ہوا وہ ضرور منافق ہے۔ شریعت نے منافق اور کافر کو ایک ہی رسّی میں جکڑا ہے۔ غلطی سے ایسی کہانیاں مشہور ہو گئی ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے''۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''عالمگیر کو بھی الزام دیتے ہیں کہ وہ ظالم تھا اور بالجبر مسلمان کرتا (تھا)۔ یہ کیسی بیہودہ بات ہے۔ اس کی فوج کے سپہ سالار ایک ہندو تھے۔ بڑا حصہ اس کی عمر کا اپنے بھائیوں سے لڑتے گزرا۔ اس کی موت بھی تاناشاہ کے مقابل میں ہوئی''۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''اِسلام بادشاہوں کے افعال کا ذمہ دار نہیں ہے۔ مسلمانوں نے یہی غلطی کی کہ معترضین کے مفتریات کو تسلیم کر لیا حالانکہ اسلام دِلی محبت و اخلاق سے حق بات ماننے کا نام ہے۔ اسی لئے اسلام میں جبر نہیں''۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۳۹۱)

حضرت خلیفة المسیح الاولؓ مزید فرماتے ہیں:

''ہمیں کتاب مغازی میں (خواہ کیسی ہی ناقابل وثوق کیوں نہ ہوں) کوئی ایک بھی مثال نظر نہیں آتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص، کسی خاندان، کسی قبیلے کو بزور شمشیر و اِجبار مسلمان کیا ہو۔ سر ولیم میور کا فقرہ کیسا صاف صاف بتاتا ہے کہ شہر مدینہ کے ہزاروں مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی بزور و اِکراہ اسلام میں داخل نہیں کیا گیا اور مکّہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی رویّہ اور سلوک رہا بلکہ ان سلاطین عِظام (محمود غزنوی، سلطان صلاح الدین، اورنگ زیب) کی محقّقانہ اور صحیح تواریخ میں کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص کو انہوں نے بالجبر مسلمان کیا ہو۔ ہاں ہم اِن کے وقت میں غیر قوموں کو بڑے بڑے عہدوں اور مناصب پر ممتاز و سرفراز پاتے ہیں۔ پس کیسا بڑا ثبوت ہے کہ اہل اسلام نے قطع نظر مقاصدِ ملکی کے اشاعت اِسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی''۔

پھر فرمایا: ''قوانینِ اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والوں کو بخشی گئی جو سلطنتِ اسلام کی مطیع و محکوم تھے۔ ﴿لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ دین میں کوئی اِجبار نہیں۔ یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اَور اہلِ مذاہب کو آزادی بخشنے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے''۔

(فصل الخطاب۔ ایڈیشن دوم۔ جلد اول صفحہ ۸۳۔۸۴)

پس آج جماعت احمدیہ کا یہ کام ہے کہ ایک مہم کی صورت میں دنیا کے سامنے اسلام کی امن اور آشتی کی جو حسین اور خوبصورت تعلیم ہے وہ پیش کریں۔ اور دنیا کے سامنے کھولیں کہ اسلام تو انصاف اور امن کی تعلیم کا علمبردار ہے۔ جس کی مثال آج کے چودہ سو سال پہلے کے واقعات میں ملتی ہے۔ وہ واقعہ جب بنونضیر مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں سے وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ انصار نے ان کو روک لینا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے اس تعلیم کے ماتحت کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ان کو اس سے منع فرمایا۔ اور یہ انصار کی اولاد اس طرح یہودیوں کے پاس تھی کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی کے نرینہ اولاد یا لڑکا نہیں ہوتا تھا تو وہ منت مانا کرتے تھے کہ اگر میرا لڑکا ہوگا تو مَیں اسے یہودی بنادوں گا۔ تو اس طرح لڑکے کی پیدائش پر اپنے بچے یہودیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ تو یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ تم اپنے لخت جگر کو بھی جب ایک دفعہ کسی کو دے دیتے ہو اور جب وہ اسے اپنے مذہب پر قائم کر لیتا ہے تو پھر زبردستی اس کو بھی واپس نہیں لے سکتے۔

پھر ایک ایسی مثال جو دنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گی کہ صلح حدیبیہ کے وقت کیا ہوا۔ جب قریش کی سخت اور کڑی شرطوں پر مسلمان اپنی ذلت محسوس کرنے لگے اور بعض نے ان شرطوں کو نہ ماننے کا اظہار بھی کیا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے جو اس کامل یقین پر قائم تھے کہ فتح انشاء اللہ مسلمانوں کی ہے۔ اور یہ اس سمیع و علیم خدا کا وعدہ ہے کہ فتح یقیناً اے محمد ﷺ تیری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیری دعاؤں کو سنا ہے اور ان کی قبولیت کا وقت قریب آ رہا ہے ان تمام شرائط کو قبول کیا اور صحابہ کو بھی یہ تعلیم دی کہ اسلام کی فتح جنگوں سے نہیں بلکہ صلح صفائی اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہوگی۔

اس زمانہ میں بھی اب انشاء اللہ اسی طرح ہوگا لیکن یہ بات مسلمانوں کو بھی سمجھنی چاہئے کہ اسلام کی فتح تو ضرور ہوگی لیکن زورِ بازو سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے ہوگی، جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم گمراہی کو چھوڑ کر ایمان لائے ہو تو گویا تم نے ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لیا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں لیکن صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آنحضرت ﷺ کے حکموں کو مضبوط کڑے کی طرح پکڑو گے تو کامیاب ہوگے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں مسیح موعود ہی وہ مضبوط کڑا ہے جو احکام الٰہی کی صحیح تشریح کرتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم کو جس طرح پیش کرتا ہے وہ صحیح تعلیم ہے۔ تو اگر اس پر عمل کرو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک مدت سے مسلمان اپنی زبوں حالی کی وجہ سے بڑے پریشان رہے اور یہ انتظار کرتے رہے کہ مسیح اور مہدی جلد ظاہر ہوتا کہ ہم اس کے ساتھ چمٹ کر اسلام کی ترقی کے نظارے دیکھیں اور اسلام کا درد رکھنے والے دعائیں بھی کر رہے تھے لیکن جب اس موعود کا ظہور ہوا تو کیا ہوا، ایک بہت بڑی تعداد انکاری ہوگئی صرف اس لئے کہ وہ امن و آشتی اور صلح کا پیغام لے کر آیا تھا۔

پھر اس آیت کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

''اقرار اور ایمان سے اس آیت میں یہی مراد ہے کہ وہ شیطان کی باتوں کو ردّ کرتا اور خدا تعالیٰ کی باتوں کو مانتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی﴾۔ عروہ کے معنے دستے کے بھی ہوتے ہیں جس سے کسی چیز کو پکڑا جاتا ہے اور عروہ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس پر اعتبار کیا جائے اور عروہ کے معنے ایسی چیز کے بھی ہوتے ہیں جس کی طرف انسان ضرورت کے وقت رجوع کرے، اور عروہ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو ہمیشہ قائم رہے اور کبھی ضائع نہ ہو۔ اور عروہ بہترین مال کو بھی کہتے ہیں۔

فرمایا: اگر عروہ کے معنے دستے کے لئے جائیں تو اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ دین کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسی لطیف چیز قرار دیا ہے جو کسی برتن میں پڑی ہوئی ہو اور محفوظ ہو اور انسان نے اس برتن کا دستہ پکڑ کر اسے اپنے قبضہ میں کر لیا ہو۔

پھر عروہ کہہ کر اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ دین ایک ایسی چیز ہے جس کا انسان سہارا لے لیتا ہے تا کہ اسے گرنے کا ڈر نہ رہے، جیسے سیڑھیوں پر چڑھنے کے لئے انسان کو رسّے کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اسے پکڑ لیتا ہے۔ اسی طرح دین بھی اس رسّے کی طرح ایک سہارا ہے، اسے مضبوط پکڑ لینے سے گرنے کا ڈر نہیں رہتا۔

پھر فرماتے ہیں کہ عروہ کہہ کر یہ بھی بتایا کہ اگر انسان اسے مضبوطی سے پکڑ لے تو وہ ہر مصیبت کے وقت اس کے کام آتا ہے۔

پھر عروہ میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ صرف دین ہی انسان کے کام آنے والی چیز ہے، اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی۔ باقی تمام تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور مصیبت کے آنے پر ایک ایک کر کے کٹ جاتے ہیں۔ بے شک انسان اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی اپنا بہترین رفیق قرار دیتا ہے لیکن بسا اوقات ان سے کمزوری یا بے وفائی ظاہر ہو جاتی ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقی تعلقات وہی ہیں جن کی بنیادیں دین اور مذہب پر استوار کی جائیں اور انہی میں برکت ہوتی ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم۔ صفحہ ۵۸۷ تا ۵۸۸)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

''جس کام کے لئے آپ لوگوں کے عقیدوں کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئے گا یعنی یہ کہ مہدی سے مل کر لوگوں کو مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرے گا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتا ہے ﴿لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائے گا یہاں تک کہ بجز اسلام یا قتل کے جزیہ بھی قبول نہ کرے گا۔ یہ تعلیم قرآن شریف کے کس مقام، سیپارہ اور کس سورہ میں ہے۔ سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت ﷺ کے وقت میں لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے کے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی ان لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ﴾۔ یعنی ان مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں بسبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے۔ اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی۔ بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت ﷺ اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اس کی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی۔

پھر یہ عیسیٰ مسیح اور مہدی صاحب کیسے ہوں گے جو آتے ہی لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے یہاں تک کہ کسی اہل کتاب سے بھی جزیہ قبول نہیں کریں گے اور آیت ﴿حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ کو بھی منسوخ کر دیں گے۔ یہ دین اسلام کے کیسے حامی ہوں گے کہ آتے ہی قرآن کریم کی ان آیتوں کو بھی منسوخ کر دیں گے جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی منسوخ نہیں ہوئیں اور اِس قدر انقلاب سے پھر بھی ختم نبوت میں حرج نہیں آئے گا۔ اس زمانہ میں جو تیرہ سو برس عہد نبوت کو گزر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر تہتر فرقوں پر پھیل گیا۔ سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ دلائل کے ساتھ دلوں پر فتح پاوے، نہ تلوار کے ساتھ۔ اور صلیبی عقیدہ کو واقعی اور سچے ثبوت کے ساتھ توڑ دے، نہ یہ کہ ان صلیبوں کو توڑتا پھرے جو چاندی یا سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں۔ اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں۔ ہر یک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو پھر تلوار یا بندوق کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا جو صرف تلوار کے سہارے سے پھیل سکتا ہے نہ کسی اور طریق سے۔ اگر تم ایسے جہاد سے باز نہیں آ سکتے اور اس پر غصے میں آ کر راستبازوں کا نام بھی دجّال اور ملحد رکھتے ہو تو ہم ان دو فقروں پر اس تقریر کو ختم کرتے ہیں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ۱ صفحہ ۷۴۷۔۷۴۸)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ تعلیم اور تربیت کے لئے کرتا ہے چونکہ شوکت کا زمانہ دیر تک رہتا ہے اور اسلام کی قوت اور شوکت صدیوں تک رہی اور اس کے فتوحات دُور دراز تک پہنچے اس لئے بعض احمقوں نے سمجھ لیا کہ اسلام جبر سے پھیلایا گیا۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم ہے ﴿لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾۔ اس

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

امر کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے (کہ) اسلام جبر سے نہیں پھیلا اللہ تعالیٰ نے خاتم الخلفا کو پیدا کیا اور اس کا کام یضع الحرب رکھ کر دوسری طرف ﴿لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ قرار دیا۔ یعنی وہ اسلام کا غلبہ ملل ہالکہ پر حجت اور براہین سے قائم کرے گا اور جنگ وجدال کو اٹھا دے گا۔ وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو کسی خونی مہدی اور خونی مسیح کا انتظار کرتے ہیں۔''

(الحکم جلد ۶۔ نمبر ۲۴۔ مؤرخہ ۱۰/ جولائی ۱۹۰۲ء۔ صفحہ ۳)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ اس قسم کا فقرہ انجیل میں کہیں بھی نہیں ہے۔ لڑائیوں کی اصل جڑ کیا تھی، اس کے سمجھنے میں ان لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی کا ہی حکم تھا تو تیرہ برس رسول اکرم ﷺ کے تو پھر ضائع ہی گئے کہ آپ نے آتے ہی تلوار نہ اٹھائی۔ صرف لڑنے والوں کے ساتھ لڑائیوں کا حکم ہے۔ اسلام کا یہ اصول کبھی نہیں ہوا کہ خود ابتدائے جنگ کریں۔ لڑائی کا کیا سبب تھا، اسے خود خدا نے بتلایا ہے کہ ظُلِمُوْا۔ خدا نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں تو اب اجازت دیتا ہے کہ تم بھی لڑو۔ یہ نہیں حکم دیا کہ اب وقت تلوار کا ہے، تم زبردستی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرو بلکہ یہ کہا ہے کہ تم مظلوم ہو۔ اب مقابلہ کرو۔ مظلوم کو تو ہر ایک قانون اجازت دیتا ہے کہ حفظ جان کے واسطے مقابلہ کرے۔''

(البدر جلد ۲ نمبر ۱-۲۔ مورخۂ ۲۳/ جنوری ۱۹۰۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

''نواب صدیق حسن خاں کا یہ خیال صحیح نہیں تھا کہ مہدی کے زمانے میں جبر کر کے لوگوں کو مسلمان کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ یعنی دین اسلام میں جبر نہیں ہے ہاں عیسائی لوگ ایک زمانے میں جبراً لوگوں کو عیسائی بناتے تھے مگر اسلام جب سے ظاہر ہوا، وہ جبر کے مخالف ہے۔ جبر اُن لوگوں کا کام ہے جن کے پاس آسمانی نشان نہیں مگر اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات ان کے مرنے کے ساتھ ہی مر گئے مگر ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔ جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔ مگر کہاں ہیں وہ پادری یا یہودی یا اَور قومیں، جو اِن نشانوں کے مقابل پر نشان دکھلا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگرچہ کوشش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ایک نشان بھی دکھلا نہیں سکتے کیونکہ ان کے مصنوعی خدا ہیں۔ سچے خدا کے وہ پیرو نہیں ہیں۔ اسلام معجزات کا سمندر ہے۔ اس نے کبھی جبر نہیں کیا اور نہ اس کو جبر کی کچھ ضرورت ہے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی ۳۵-۳۶)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ جہالت اور سخت نادانی ہے کہ اس زمانے کے نیم ملاّ فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبراً مسلمان کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی اور انہی شبہات میں ناسمجھ پادری گرفتار ہیں مگر اس سے زیادہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہوگی کہ یہ جبر اور تعدی کا الزام اس دین پر لگایا جائے جس کی پہلی ہدایت یہی ہے کہ ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ یعنی دین میں جبر نہیں چاہیے بلکہ ہمارے نبی ﷺ اور آپ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملے سے اپنے تئیں بچایا جائے۔ اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں، ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔''

(تریاق القلوب صفحہ ۱۶)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:-

''تمام سچے مسلمان جو دنیا میں گزرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے، وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔''

(روحانی خزائن جلد ۱۵- تریاق القلوب۔ حاشیہ صفحہ ۱۶۷)

پس آج ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اسلام کی جو تصویر، جو تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھینچی ہے اور دی ہے اس کو لے کر اسلام کے امن اور آشتی، صلح اور صفائی کے پیغام کو ہر جگہ پہنچا دیں اور دنیا میں یہ منادی کریں کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حسین تعلیم سے دنیا میں پھیلا ہے۔ اور اپنوں کو جو آنحضرت ﷺ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر رہے ہیں، یہ پیغام دیں کہ تم کس غلط راستے پر چل رہے ہو۔ ان کو سمجھائیں، ان کے لئے دعائیں کریں کیونکہ یہ لوگ بھی اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کے زمرے میں ہیں۔ دنیا کو باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی ترقی آپ ﷺ کے زمانے میں بھی اس فانی فی اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھی اور اس زمانہ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے عاشق صادق اور غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور اسلام کے صحیح تصور کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی نتیجہ میں ہوگی۔ انشاء اللہ

لجنہ اماء اللہ فرانس کے

۱۷ویں سالانہ اجتماع کا شاندار اور بابرکت انعقاد

تمثیلہ اعجاز (جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ فرانس)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے لجنہ اماء اللہ فرانس کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۲، ۱۳ جولائی ۲۰۰۳ء بیت الاسلام ''سینٹ پری'' میں منعقد ہوا۔ اجتماع کی تیاری صدر لجنہ فرانس کی زیر نگرانی تقریباً دو ماہ قبل شروع کی گئی۔ اجتماع میں ''پیرس'' کے علاوہ حلقہ ''لیل ولنسین''، حلقہ اپیرنے، حلقہ سٹراسبرگ، حلقہ رواسی او مبری اور حلقہ پواسی کی ممبرات لجنہ نے اجتماع میں شرکت کی اور مقابلہ جات میں حصہ لیا۔ علاوہ ازیں اجتماع کے دوسرے روز نو احمدی ممبرات جو فلپائن سے تعلق رکھتی ہیں بھی حاضر ہوئیں اور ان کے لئے انگریزی زبان میں ترجمہ کا اہتمام کیا گیا۔

محترم اشفاق ربّانی صاحب امیر صاحب فرانس نے اپنے افتتاحی خطاب میں لجنہ فرانس کی کارکردگی کو سراہا اور لجنہ کو مفید نصائح کرتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ قول سدید سے کام لیں۔ بات صاف کرنی چاہیے۔ سچائی ہی اصل اطاعت ہے۔ نظام جماعت کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھیں۔ دعا کے ساتھ اس اجتماع کا آغاز ہوا۔

دوران اجتماع لجنہ کے لئے مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات کا پروگرام رکھا گیا۔

علمی مقابلہ جات: حفظ قرآن، حسن قراءت، نظم، بیت بازی، تقاریر اردو، فرانسیسی زبان میں مقابلہ جات ہوئے۔

ورزشی مقابلہ جات: مقابلہ دوڑ، میوزیکل چیئرز، پارسل گیم اور اشیاء سے بھری ٹوکری اٹھا کر درست وزن کا اندازہ کرنا شامل تھا۔

مجلس سوال و جواب: سیکرٹری شعبہ تبلیغ محترمہ مسز رقیہ صلاح الدین صاحبہ کی زیر صدارت مجلس سوال و جواب ہوئی۔ انہوں نے سوالات کے ٹھوس دلائل کے ساتھ نہایت تسلی بخش جوابات دیئے۔

سالانہ کارکردگی رپورٹ اور مختلف شعبہ جات:

اختتامی اجلاس کے دوران سالانہ رپورٹ پیش ہونے کے بعد مختلف سیکرٹریان نے اپنے اپنے شعبہ کے متعلق رپورٹس پیش کیں۔

اسٹالز: اجتماع کے دوران اشیائے خورد و نوش کے متفرق اسٹالز لگائے گئے جن کے لئے ممبرات نے نہایت شوق اور محنت سے کھانے پینے کی بہت عمدہ ورائٹی پیش کی اور سٹالز کی رونق کو دوبالا کیا۔ اسی طرح کتابوں کا علیحدہ سٹال لگایا گیا اور یہ سٹال سب کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔

بہترین لجنہ: دوران سال بہترین کارکردگی پر سیکرٹری شعبہ ایم ٹی اے سیکشن محترمہ مسز منصورہ مالک امسال کی بہترین لجنہ قرار پائیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز اُن کو ہر لحاظ سے مبارک کرے اور آئندہ مزید خدمت کی توفیق عطاء کرے۔

تقریب تقسیم انعامات:

علمی و ورزشی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی ممبرات کو اور مختلف شعبہ جات کی سیکرٹریان کو اور نمایاں تعاون کرنے والی لجنات میں انعامات انعامات تقسیم کئے گئے اس کے علاوہ اجتماع میں شامل بچیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان میں چاکلیٹ تقسیم کی گئیں۔

دوران اجتماع محترمہ نسیم دلانوا صاحبہ صدر لجنہ فرانس نے ممبرات سے خطاب کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ سیّد عبداللطیف شہیدؓ صاحب کے دردناک واقعہء شہادت کا تفصیلی ذکر اور آپکے عزم و استقلال کے واقعات کا نہایت ایمان افروز تذکرہ پیش کیا۔ آپ نے لجنات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۴ جولائی ۲۰۰۳ء کو آپ کی شہادت کو پوری ایک صدی گزر جائے گی لیکن جو ظلم عظیم کابل کی بدنصیب زمین پر آپکے ساتھ ہوا اس کے نتیجے میں آج تک افغانستان کی تباہ حالی کا سلسلہ زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہزارہا رحمتیں اور برکتیں صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ صاحب کی پاک روح پر نازل فرمائے۔ آمین

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

میر تقی میر

(طلعت بشریٰ)

میر تقی نام اور میر تخلص تھا۔ والد کا نام محمد علی تھا جو نہایت پرہیزگار اور متقی انسان تھے۔ اِن کی نیکی و پرہیزگاری کی وجہ سے لوگ انہیں میر متقی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد حجاز سے ہجرت کر کے دکن آئے کچھ عرصہ گجرات میں قیام کیا۔ پھر اکبر آباد (آگرہ) میں آباد ہو گئے۔

میر تقی میر ۱۷۲۲ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ میر کی والدہ آپ کی پیدائش کے بعد جلد ہی وفات پا گئیں۔ آپ کی پرورش آپ کے والد کے ایک مرید جنہیں آپ چچا کہا کرتے تھے سّید امان نے کی لیکن ابھی آپ نو دس برس کے ہی تھے کہ ان کی وفات ہو گئی اور ان کی وفات کے چند ماہ بعد ہی آپ کے والد بھی وفات پا گئے۔ یوں میر بے آسرا رہ گئے۔ سوتیلے بھائی نے انہیں گھر سے نکال دیا۔

آگرہ سے دہلی آمد

میر آگرہ سے دہلی آئے۔ ایک نواب صاحب کے ہاں ملازمت کی لیکن نواب صاحب ایک جنگ میں مارے گئے۔ ان دنوں دلی کی سیاسی و معاشرتی حالت بے حد ابتر تھی۔ مجبوراً آپ کو واپس آگرہ جانا پڑا وہاں بڑے بھائی نے آپ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جس سے ایک بار پھر سترہ برس کی عمر میں آپ کو آگرہ چھوڑنا پڑا۔ آپ دہلی اپنے خالو سراج الدین خاں آرزو جو فارسی کے مسلم الثبوت استاد تھے کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ خاں آرزو کا گھر علم و ادب کا مرکز تھا۔ دہلی کے مشہور شعراء ان کے گھر جمع ہوتے تھے۔ ان کی صحبت میں آپ بہت جلد عمدہ شعر کہنے لگے۔ لیکن یہاں بھی سوتیلے بھائی نے چین سے نہ رہنے دیا اور خان آرزو کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ آخر کار میر کو یہاں سے بھی نکلنا پڑا۔

محبت بھی ناکام ہوئی۔ اس کا اظہار اس شعر میں ہوتا ہے۔

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزّت سادات بھی گئی

نواب حسام الدولہ کو ان کی دیوانگی کا علم ہوا تو اپنے پاس بلا کر علاج کروایا اور ایک روپیہ یومیہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ لیکن میر کو اطمینان اور سکون میسر نہ ہوا۔

دہلی کا پُر آشوب دور

میر کا دور شورشوں اور فتنہ فساد کا دور تھا، نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی مرہٹوں، روہیلوں اور سکھوں کی لوٹ کھسوٹ۔ آپس کی خانہ جنگی نے افراتفری اور نفسا نفسی پیدا کر دی تھی۔ دلی کی گلیوں میں انسانی خون پانی کی طرح بہتا تھا۔ یہی خون میر کے اشعار میں سمٹ آیا۔

ہم کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
رنج و غم کتنے کئے جمع تو دیوان ہوا

چھوٹے چھوٹے نواب اور جاگیر دار خود مختاری کا اعلان کر رہے تھے۔ حکومت کا خزانہ خالی ہو رہا تھا۔ ارباب علم و فضل کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ میر نے تمام عمر رنج والم اور تنگدستی میں گزاری آخری عمر میں لکھنؤ گئے وہاں آپ کی شاعری کی دھوم مچ گئی۔ نواب آصف الدولہ نے ۳۰۰ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔ زندگی آرام سے بسر ہونے لگی۔ لیکن تمام عمر کے صدمات نے آپ کے مزاج کو چڑچڑا بنا دیا تھا۔ اپنی طبیعت کی خوداری اور چڑچڑے پن کی وجہ سے نواب صاحب سے ناراض ہو کر علیحدہ ہو گئے۔ طبیعت میں خوداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس لئے نہایت مفلس ہو گئے۔ نوبت فاقوں تک پہنچ گئی پھر بھی بھول کر دربار کا رخ نہ کیا۔ آخری تین سالوں میں جوان بیٹی اور بیوی کی موت نے صدمات میں مزید اضافہ کر دیا۔ ۱۸۱۰ء میں لکھنوء میں وفات پائی۔

میر کی شاعری

میر نے غزل مثنوی، مرثیہ، قصیدہ اور رباعی مختلف اصناف سخن کو وسیلہ اظہار بنایا۔ داسوخت اور مثلث و مربع کی اصناف کو اردو میں رواج دینے کا سہرا میر کے سر ہے۔ غزل گوئی کے اعلیٰ مقام پر پہنچے جس کا بڑے بڑے شاعروں نے اعتراف کیا ہے مثلاً مرزا محمد رفیع سودا، جو میر کے ہمعصر بھی تھے کہتے ہیں۔

سودا تو اس زمیں میں غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجھ کو میر سے استاد کی طرح

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا خراج تحسین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ علیہ اردو کلاس میں میر کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''میر کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے سے اس طرح اونچے نکلے ہیں کہ زمانہ نیچے دکھائی دیتا ہے۔ اونچا بھی اور آگے بھی نکل گئے۔ میر کے شعر پڑھیں تو لگتا ہے آج ہی کسی نے کہے ہیں۔ زبان ایسی چست اور اعلیٰ درجہ کی کہ انسان یہ سوچتا بھی نہیں کہ اتنے پرانے زمانے کی اردو اتنی اچھی ہو گی تو بعض لوگ زمانہ بناتے ہیں۔ زمانہ ان کو نہیں بناتا۔ میر ان شاعروں میں سے تھے جن کو زمانے نے نہیں بنایا۔ انہوں نے زمانہ بنایا۔ اردو کے اوپر اپنی ایک چھاپ ڈالی ہے اور وہ پھر کبھی نہیں مٹ سکتی۔ جو مرضی آ جائے جتنے چوٹی کے شاعر آ جائیں مگر میر تقی میر نہیں بن سکتا۔

ذوق کہتا ہے۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

چوٹی کے شعرء نے بڑا زور مارا ہے کہ میر بن سکیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میر کی باتیں ہی الگ اس کے چٹکلے ہی الگ۔ ہر مصرعہ عجیب طرح سے بولتا ہوا زندہ ہے۔ (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۹۸ء)

میر خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

گئی عمر در بند فکر غزل
سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

غالب نے میر کی عظمت کا اعتراف کچھ یوں کیا ہے۔

ریختہ کے تم ہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

اور۔

غالب اپنا تو عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

حسرت موہانی نے کچھ یوں کہا ہے کہ۔

شعر اپنا بھی بہت خوب و لیکن حسرت
میر کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ میر کو اردو شاعری میں کس قدر بلند مقام حاصل ہے۔ میر کو خود بھی اپنے اعلیٰ و منفرد انداز کا پوری طرح احساس تھا وہ خود کہتے ہیں۔

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدت رہیں گی یاد یہ باتاں ہماریاں

دوسری جگہ کہا۔

سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

غزل کے پیکر میں جس قسم کے جذبات و خیالات کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ میر کی شاعری اس کی زندہ مثال ہے۔ انہوں نے غزل کے ذریعہ سے اردو کو عاشقانہ شاعری کا اسلوب سکھایا۔ صنف غزل جس قسم کے درد سوز اور حزن و غم کی متقاضی ہے میر کو وہ انداز بدرجہ اتم ودیعت ہوا۔ پھر انہوں نے صنف غزل کو وہ شائستہ دھیما لب و لہجہ عطا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ میر نے وارداتِ قلبی کی نہایت خوبصورت عکاسی کی ہے۔ بچپن سے موت تک کے سفر میں جو جو آلام برداشت کئے اور جو حوادث ان کے گرد و پیش میں رونما ہوئے ان سب کو اپنی ذات میں سمویا زمانے کہ غم کو اپنا ذاتی غم بنایا اور اپنے ذاتی غم کو اس انداز سے بیان کیا کہ اس میں آفاقیت پیدا ہو گئی۔ ان میں ان کی بچپن کی تربیت کا بھی بہت بڑا دخل تھا۔ پھر وہ فطرتاً بھی دور بین واقع ہوئے۔ غم عشق اور غم روزگار چکی کے دو پاٹوں میں پستے رہے اور اپنے درد و کرب کو اشعار میں ڈھالتے رہے۔

میر کی شاعری کے بعض نمونے

میر کے کلام میں سادگی، بے ساختگی، سلاست و روانی اور شائستگی کے عناصر موجود ہیں۔ ان کے اشعار زبان سے نکلتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں۔

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
یاد اس کی اتنی خوب نہیں میر باز آ
ناداں پھر وہ جی سے بھلایا نہ جائے گا

......❀❀❀......

میر کے اشعار سوز و گداز اور درد کی تصویریں ہیں وہ اپنے درد و غم، مایوسیوں اور ناکامیوں کو اپنے اشعار میں بار بار بیان کرتے ہیں۔

مستقل روتے ہی رہیئے تو بجھے آتش دل
ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں

میر مشکل سے مشکل مضمون کو چند لفظوں میں نہایت خوش اسلوبی سے بیان کر جاتے ہیں۔ بعض اشعار میں ایک جہان پوشیدہ ہوتا ہے۔

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

......❀❀❀......

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی!!!
کیا پتنگے نے التماس کیا

......❀❀❀......

میر کی تشبیہات اور استعارات عام فہم ہیں ان کی سادگی دل موہ لیتی ہے۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

......❀❀❀......

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

......❀❀❀......

شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہے گویا چراغ مفلس کا

......❀❀❀......

میر کے کلام میں سہل ممتنع کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ مگر اس سادگی میں بھی پرکاری ہے۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

......❀❀❀......

میر کی غزل خواہ چھوٹی بحر کی ہو یا طویل بحروں والی اس کی سادگی جوش روانی، بندش کی چستی اور ترنم برقرار رہتا ہے۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

......❀❀❀......

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

......❀❀❀......

میر کے ہاں خطابیہ انداز کے شعر بھی ملتے ہیں کبھی وہ خود کو مخاطب کرتے ہیں۔ ان کا یہ انداز بھی کلام میں اک طرفہ لطف پیدا کرتا ہے۔

چلتے ہو تم چمن کو چلیئے سنتے ہیں کہ بہاراں ہے
پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے

اگرچہ میر کو زندگی میں وہ عزت و مقام نہ ملا جس کے وہ اہل تھے لیکن پھر بھی وہ نا امید نہ تھے اور لکھتے ہیں کہ:۔

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تاحشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

❀❀.........❀❀

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

اِک خاک کے ذرّے پہ عنایات کا عالم

(امتہ الباری ناصر۔ کراچی)

(دوسری اور آخری قسط)

پیارے آقا کی دلداری کے اپنے انداز تھے۔ خاکسار کے بھتیجے عزیزم آصف محمود باسط جو ایک ابھرتے ہوئے باصلاحیت شاعر ہیں کے نام ایک مکتوب میں دست مبارک سے تحریر فرمایا:

''تمہاری پھوپھی امتہ الباری ناصر کو جو کبھی ایک آدھ خط لکھ دیتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ وہ مطالبے کرتی ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ یہ خط اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے کماتی ہیں۔ ایک لمبے عرصہ سے جس دُھن اور لگن اور ثابت قدمی سے وہ لجنہ کراچی میں قابل تحسین خدمات سرانجام دے رہی ہیں وہ اپنی جگہ اور اس پر مستزاد ان کے منجھے ہوئے کلام کی انفرادیت اور جذب و اثر جو خود ہی مجھ سے تقاضا کرتے ہیں کہ کبھی کبھی اُن کی حوصلہ افزائی کروں جو ان کی سکینت کا موجب بنے......'' (مکتوب ۹۱۔۱۰۔۲۷)

خاکسار کی سکینت کا موجب بننے والا ایک اور مکتوب ملاحظہ ہو:۔

۹۲۔۲۔۶

عزیزہ امتہ الباری ناصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۲۲ر جنوری کے الفضل میں شائع ہونے والا آپ کا کلام مجھے بہت اچھا لگا۔ سوچا کہ دو حرف تحسین کے اپنے ہاتھ سے ڈال دوں تو کچھ اس لطف کا احسان اترے۔ ویسے احسان مند دل سے احسان اترتا مَیں نے کبھی دیکھا نہیں۔ اس مضمون میں میرے عمر بھر کے تجربے کا نچوڑ یہی ہے۔

بعض اشعار تو پھولوں کی طرح کھلے ہوئے اور رنگ و بو بھی بہار کی سی رکھتے ہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ کھُل جانا اور کسے کہتے ہیں۔ یہ کلام پڑھتے ہوئے دل سے دل تک جو خیالات کی ہجرت دیکھی ایک پرلطف نظارہ تھا۔

آصفہ بیگم کی طبیعت پہلے سے قدرے بہتر ہے مگر ابھی بیماری نے اپنا قبضہ نہیں چھوڑا۔ ایک صبر آزما جدوجہد سامنے پڑی ہے۔ جس کا عرصہ چھ ماہ سے ایک سال تک بتاتے ہیں۔ لجنہ کراچی کو کبھی کبھی دعا کے لئے یاد کرواتی رہیں۔ جزاکم اللہ۔ والسلام خاکسار (دستخط)

......☆......☆......

لجنہ کے دفتر کی گہما گہمی کے حوالے سے ایک نظم کہی جو مختلف مجلسوں میں سنائی۔ ایسی وقتی طور پر محظوظ ہونے والی نظموں کو فنی طور پر سنوارنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ میری سامعات اسی سے خوش ہو جاتیں۔ ایسی ہر محفل میں جس میں اس نظم سے شگفتگی کی لہر پیدا ہوجاتی مجھے یہ نظم آقا کو بھجوانے کا خیال آتا۔ آخر ایک دن جرأت کر ہی ڈالی۔ وہ نظم جسے بھیجتے ہوئے خاصا جھینپ رہی تھی بہت ہی برکتوں والی ثابت ہوئی۔ ۹۱۔۸۔۲۰ کے مکتوب میں دست مبارک سے تحریر فرمایا:

''آپ نے جو لجنہ کے دفتر پر مزاحیہ نظم بھیجی تھی اس پر مَیں نے کچھ مرمت لگائی مگر کام ابھی باقی تھا کہ دوسرے کاموں نے گھیر لیا''۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کیا۔ سب سہیلیوں کو بتایا کہ اس نظم کی مرمت لگ رہی ہے۔ بے حد شوق سے انتظار کرتی رہی۔ مولا کریم نے خاص فضل و احسان کیا۔ ۲۵ ستمبر کو پیارے حضور کا فون آیا۔ فون کیا آیا، کیٹری کے گھر نارائن آ گیا۔

آپ نے الفضل میں چھپنے والے مضمون 'خوشا نصیب کہ ہم میزبان تھے اُن کے' اور نظموں کی بے حد پیارے الفاظ میں تعریف فرمائی۔ پھر دوسری باتوں کے بعد فرمایا:

مَیں نے کہا تھا نا کہ لجنہ والی نظم پر مَیں نے کچھ لکھا ہے۔ پھر مَیں مصروف ہوگیا۔ کام بہت ہوتا ہے آپ کو بھجواؤں گا۔ اچھا میں آپ کو ایک بند سنا دیتا ہوں۔

میک اَپ ہی کیا ڈھب سے نہ زلفوں کو سنوارا
رُوژ آئی نہ کام اور نہ مسکارا بچارا
دُھن سر میں سمائی تھی چلیں لجنہ کے دفتر
ہم جائیں تو کچھ آگے بڑھے کام ہمارا
تھی لب پہ دعا شاملِ اجلاس ہوں لیکن
توفیق عمل کی بھی ملے باتوں سے بڑھ کر
ہر پیر کو کھلتا ہے یہاں لجنہ کا دفتر

فون پر یہ بند سن کر کس قدر اچھا لگا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ستمبر کے بعد آپ جلسہ سالانہ قادیان میں مصروف ہوگئے اور خاکسار کی انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی گئیں۔ آخر مارچ ۱۹۹۲ء کو آپ نے یہ نظم ایک مکتوب کے ساتھ بھیجی۔ اس نظم کی شان ہی کچھ اور ہوگئی تھی۔ آخری تین بند ایسے تھے کہ اس میں آپ نے میری نظم کے صرف چند الفاظ بدلے۔ پہلے پانچ بند تو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دئے۔ خط کی تحریر تھی:

''۹۲۔۳۔۲۲

جلسہ پر جانے سے پہلے آپ سے کہا تھا کہ مَیں نے آپ کی مزاحیہ نظم 'لجنہ کا دفتر' میں تھوڑی سی اصلاح تجویز کی ہے۔ دو بند رہتے تھے اس لئے اُس وقت بھیج نہ سکا۔ قادیان سے واپسی کے بعد تھوڑا سا وقت مل گیا تو اصلاح کر کے بھجوا رہا ہوں۔ امید ہے آپ کو یہ اصلاح بُری نہیں لگے گی۔

کراچی کی ساری جماعت کو محبت بھرا سلام۔ یہ جماعت ان جماعتوں میں سے ہے جو میرے دل میں رہتی ہیں۔ میری نظر تو ہمیشہ دعا بن کر لگتی ہے۔ خدا حاسدوں کی چشم بد سے بچائے اور ہمیشہ آپ سب کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ بی بی کی طبیعت کچھ صحت کی طرف مُڑی ہے۔ شفا دوا سے نہیں بلکہ اعجاز سے ہوگی، انشاء اللہ۔

والسلام خاکسار (دستخط)''

الفضل میں چھپنے والی ایک نظم پر آپ نے بڑے شگفتہ انداز میں کھل کر تبصرہ فرمایا:

(مکتوب ۹۲۔۱۲۔۳)

''الفضل کے ۲ر نومبر ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں آپ کی ایک نظم شائع ہوئی ہے جس کا پہلا مصرع ہے ؎

نام و نشاں پہ طرز و ادا پر بھی اعتراض

اعتراض پر اعتراض کرنا تو مناسب نہیں۔ ساری نظم ہی اس کے خلاف شکوہ ہے۔ لیکن مجبوراً مجھے اس کے ایک دو شعروں پر اعتراض ہے مگر یہ محض دل لگی میں لکھ دیا ہے ورنہ اعتراض ہرگز نہیں۔ ہاں بعض جگہ معمولی سی ترامیم تجویز کی ہیں۔ آپ کا کلام ماشاء اللہ بلند پایہ ہے تاہم کبھی کبھی معمولی کتر بیونت عادتاً کر دیتا ہوں۔ صرف آپ ہی کا کلام اس مشقِ ستم کا نشانہ نہیں بنتا۔ چوہدری محمد علی صاحب سلیم شاہجہانپوری صاحب، نسیم سیفی صاحب، جنرل محمود الحسن صاحب، عبدالمنان ناہید صاحب، عبدالکریم قدسی صاحب، عزیزہ قوسی، حبیب ساحر وغیرہم جو ماشاء اللہ شعروشاعری میں اپنا اپنا مقام بنا چکے ہیں بلکہ بعض تو اساتذۂ فن کے ہم پلہ اور صاحب طرز ہیں ان کے کلام سے بھی جہاں محظوظ ہوتا ہوں وہاں کبھی کسی شعر کو اپنے مزاج اور ذوق میں ڈھالنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ غالبًا یہ دست درازی اصلاح کی قبیل میں شمار نہیں ہوتی۔ اسے کسی اچھی چیز کو اپنانے کی سعی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ آپ کی یہ زیر نظر نظم الفضل میں دیکھی تو مندرجہ ذیل اشعار میں کہیں کہیں اپنے ذوق کے مطابق تبدیلی کی ہے جو ضروری نہیں کہ جو کچھ آپ کہنا چاہتی ہیں اس کے مطابق ہو یا اس سے بہتر ہو۔

مثلاً چوتھے شعر کا حلیہ مَیں نے یہ بنا دیا ہے ؎

ہر تازہ واردات کی برداشت پر حرف
ہے احتمالِ جور و جفا پر بھی اعتراض

آپ نے اس شعر میں جو مضمون باندھا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مندرجہ بالا ترمیم میں بھی بعینہٖ وہی بات ہے جو آپ کہنا چاہتی ہیں۔

اس سے اگلے شعر میں ''گر ہو سکے تو جڑ دو'' میں لگتا ہے ''جڑ دو'' بہت جلدی میں جڑ دیا گیا ہے۔ اور ذرا جلدی میں پڑھنا پڑتا ہے حالانکہ یہ دو لفظ سارے مصرع کی جان ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر انہیں بیچ سے اٹھا کر شروع میں رکھ دیں تو ادائیگی میں ہلکے مگر وزن میں زیادہ ہو جائیں گے۔ اس صورت میں مصرع یوں بن جائے گا:

جڑ دو گر ہو سکے تو خدا پر بھی اعتراض

اس سے اگلا شعر ہے ''جھلّا گئے عدو......'' بھی مزید توجہ کے لائق ہے۔ پیہم ثبات کی ترکیب غالبًا نئی ہے اس لئے ذرا اجنبی دکھائی دیتی ہے۔ غالبًا صبر و ثبات میں بدلنے سے پیہم کا مضمون تو قائم رہے گا اجنبیت نہیں رہے گی۔ بہتر ہے اس کو یوں کر دیں ؎

جھلّا کے میرے صبر پر کرنے لگے عدو
خود اب تو اپنی طرزِ جفا پر بھی اعتراض

آٹھویں شعر میں آپ جماعت کی وسعت پذیری پر ان کے اعتراض کا مضمون بیان کرنا چاہتی ہیں۔ یہ بہت اچھا مضمون ہے لیکن دونوں مصرعوں کا آپس میں وہ تقابل نہیں بنتا جو اس طرز کلام کا تقاضا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں دوسرے مصرع کا مضمون ملتا ہے وہاں پہلے مصرع کے لئے بھی متقابل مضمون موجود ہے۔ اس سے استفادہ کریں تو شعر کچھ اس شکل میں ڈھل جائے گا ؎

اپنی زمیں گھٹنے سے غافل ہے پہ مرے
وسعت پذیر ارض و سماء پر بھی اعتراض

اگر اپنے پہلے مصرع کا مضمون قائم رکھتے ہوئے الفاظ میں مناسب ترمیم کرنی ہو تو متبادل تجویز یہ ہے ؎

اس کا مری نگاہِ ظفر موج سے حسد
وسعت پذیر ارض و سماء پر بھی اعتراض

...........الفضل میں طبع ہونے والے احمدی شعراء کے کلام سے وقت ملے تو اپنائیت کے رنگ میں کبھی ایک آدھ شعر پر مشقِ ستم کر لیتا ہوں۔ اس طرح ذہن کو چند منٹ سستانے کا موقع مل جاتا ہے۔ امید ہے بُرا نہیں منائیں گی۔ ناصر صاحب کو محبت بھرا سلام، بچوں کو پیار......''۔

نظم میں اصلاح کی گنجائش ہونا کس قدر باعث برکت ہوگیا۔ جس مقام پر میرے آقا متمکن تھے اس کی بلندی کو ذہن میں لا کر سوچئے ایک حقیر فقیر سے اس قدر بے تکلفانہ اظہار خیال کتنے بڑے دل والی من موہنی ہستی کا ہو سکتا ہے۔ مَیں نے سرخوشی میں جواب دیتے ہوئے وہ شعر بھی لکھ دیا جو سیفی صاحب نے چھوڑ دیا تھا۔ ۱۹۹۳۔۱۔۲۸ کے مکتوب میں فرمایا:

''آپ نے لکھا ہے کہ اعتراض والی نظم کا ایک شعر سیفی صاحب کی سنسر شپ کی زد میں آ گیا۔ اس شعر کو شائع نہ کرنے کی حکمت تو مکرم سیفی صاحب سمجھتے ہوں گے لیکن ایسا کرنے سے وہ خود بھی آپ کے اعتراض کی زد میں آ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ مکرم سیفی صاحب ماشاء اللہ بڑی ذہانت سے الفضل کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں ورنہ الفضل کبھی کا بند ہو چکا ہوتا۔ اگر الفضل ماہ بماہ چھپتا تو بلا شبہ سیفی صاحب بھی ماہ لقا کہلوانے کے مستحق ٹھہرتے۔ لیکن الفضل تو روزنامہ ہے اور سورج کی طرح روز ان کے خوبصورت کلام کے آئینہ میں اُن کی لقاء الفضل کے شائقین سے کرواتا ہے اس پہلو سے ان کا چیں بہ جبیں ہونا تعجب کی بات نہیں۔ وہ سمجھے ہوں گے کہ شعر کا مصداق وہ خود ہیں لیکن ماہ لقا لکھ کر ان کو اصل مقام سے گرا دیا گیا ہے۔ جو 'مہر لقا' یا 'خورشید لقا' ہونا چاہئے تھا انہوں نے ویسے ہی بات کی ہے جیسے غالبؔ کے ایک مصرع میں مذکور ہے:

یوسف اس کو لکھوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی

افسوس کہ آپ کے شعر کی خیر نہ ہوئی''۔

حذف شدہ اشعار میں سے ایک اور بھی نظرِ کرم کے قابل ٹھہرا۔ ۹۳۔۳۔۴ کے الفضل میں ایک نظم چھپی جس کا پہلا شعر تھا ؎

میری راہیں سخت کٹھن ہیں صبر و جنوں کی ہمت لے کر
فیصلہ سوچ سمجھ کر کرنا میرے ساتھ آنے سے پہلے

اسی نظم کا ایک شعر تھا ؎

حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح و جسم کو مَل مَل دھوئیں
کچھ سنگھار تو کرنا ہوگا وصل کی رات آنے سے پہلے

نسیم سیفی صاحب نے نظم میں سے یہ شعر حذف کر دیا۔ جب پیارے آقا سے حذف شدہ اشعار کی بات چلی تو مَیں نے یہ بھی لکھ دیا۔ آقا نے بڑے شگفتہ انداز میں تحریر فرمایا:

''مدیر صاحب الفضل کے سنسر کی زد میں آنے والا شعر بھی آپ نے بھجوایا ہے۔ یہ تو بہت اعلیٰ شعر ہے۔ جب حُسنِ عمل کا آپ نے کہہ دیا تو ذہن کے لئے کسی غلط روش پر چلنے کی کوئی وجہ تو نہیں لیکن چونکہ یہ منظر کشی بہت کھلی کھلی، سہاگ رات کی تیاری پر صادق آتی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے مدیر صاحب الفضل ڈر گئے۔ اس قسم کا مبنی بر احتیاط فیصلہ مدیر کے حقوق میں داخل ہے۔ لیکن یہ اچھا ہوا کہ آپ نے یہ شعر مجھے لکھ دیا۔ شعر اپنی ذات میں بہت خوبصورت ہے۔ مدیر صاحب خود شاعر ہیں وہ اگر شعر میں معمولی سی تبدیلی کر لیتے تو کسی احتیاط کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ مثلاً یوں کہا جاسکتا ہے ؎

حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح کے جسم کو مَل مَل دھوئیں
کچھ سنگھار تو کرنا ہوگا وصل کی رات آنے سے پہلے''

......☆......☆......

انہی دنوں الفضل میں ایک نظم چھپی تھی ؎

پہلے اپنا حسن نکھاروں پھر دوجے سے بات کروں
استغفار مَیں صبح کروں اور استغفار مَیں رات کروں

اس نظم میں خاکسار کی کم علمی سے کچھ سقم تو تھے ہی 'الفضل' والوں نے بھی کچھ اصلاح کر دی تھی۔ اس کے علاوہ جن دو اشعار کا ذکر ہے وہ ایسے ہیں ؎

چاند نہ جانے گھومتا گھامتا کب پہنچے کیا بات کہے
میرا تمہارا ملنا ہو تو سامنے بیٹھ کے بات کروں
گود میں بھر کے پیار کروں مَیں سر دیکھوں اور خار چنوں
تو مل جائے یا ربی تو خاطر مدارات کروں

اس پر ۱۹۹۳۔۵۔۶ کے مکتوب میں فرمایا:

اچھا کیا آپ نے ''استغفار مَیں صبح کروں اور استغفار مَیں رات کروں'' کا مصرع لکھ دیا۔ اس کی تصحیح شدہ

مصرع کے ساتھ یہ شعر اور سنور گیا ہے لیکن الفضل نے غالباً ایک اور بھی غلطی کی ہے۔ 'میں' ہونا چاہئے لیکن دونوں جگہ 'مَیں' لکھ کر آپ کے شعر کا ستیاناس کیا ہوا ہے۔ اسی طرح دوسرے شعر کے متعلق بھی الفضل کی غلطی کی نشاندہی کر کے آپ نے اچھا کیا ورنہ 'چاند نہ جانے گھومتا گھامتا کب پہنچے کیا بات کہے' سے بات نہیں بنتی تھی۔

بہت اعلیٰ پائے کا شعر ہے۔ ماشاء اللہ، چشم بددور۔ اگر الفضل نے غلط چھاپنا ہی تھا تو بہتر تھا کہ 'کب' کے بعد وقفہ ڈالتے اور 'جانے کیا بات ہے' پر بات ختم کرتے تو پھر بھی مضمون بہت سنور جاتا۔ ویسے مجھے ذاتی طور پر یہی 'جانے کیا بات ہے' والی بات زیادہ پسند ہے کیونکہ گھومتے گھامتے چاند کے متعلق 'کب جائے' کا خیال نہیں آتا بلکہ خاموش زبان سے گفتگو کا خیال ضرور آتا ہے۔

اس نظم کے دوسرے شعر میں 'تو مل جائے یار بی تو خاطر مدارات کروں' میں وزن واضح طور پر ٹوٹ جاتا ہے۔ مدآرات پڑھنے سے وزن بنے گا، مدارات نہیں پڑھا جاسکتا۔ اس سے تو اگر 'خدمت مَیں دن رات کروں' بنا دیتیں تو بہتر تھا۔ 'میں' پر کوئی حرکت نہ ڈالیں جس کی مرضی 'خدمت میں' پڑھے اور جو چاہے 'خدمت مَیں دن رات کروں' پڑھے، اسے دونوں طرح ہی پڑھا جاسکتا ہے۔ تاہم مجھے تو 'مَیں' کے مقابل پر 'میں' زیادہ پسند ہے اور مراد یہ ہے کہ اپنے دن رات خدمت میں صرف کروں"۔

اس نظم کے ایک اور شعر پر ایک دوسرے پہلو سے بات نکلی۔ کلام میں پڑھنے کی طرز سے بعض دفعہ سُقم کا احساس ہوجاتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"......اس پہلو سے اگر آپ اپنے کلام پر نظر ڈالیں تو اس میں بھی آپ کو کئی مثالیں ملیں گی۔ صرف کلام کی مجبوریاں سمجھانے کی خاطر ایک آدھ مثال بیان کر دیتا ہوں۔ کیا خوب مصرع ہے۔

خشک آنکھوں سے نیر بہاؤں چہرے پر مُسکان سجاؤں

لیکن اس میں صرف سجا پڑھا جاسکتا ہے 'ؤں' زائد ہے۔ لیکن شعراء عملاً ایسا کرتے ہیں اجازت ہوتی ہے۔ ہرگز معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ پھر یہ مصرع ملاحظہ فرمائیں ؎

پھر کس گُن پر اِتراؤں اور فخر ومباہات کروں

اب اس میں اگر 'پھر' ہلکا پڑھیں تو 'پھر کس گُن پر اتراؤں مَیں' ہونا چاہئے۔ یعنی ایک 'مَیں' ڈالنا پڑے گا اور اگر 'پھر' زور سے پڑھیں تو آپ والا مصرع موزوں ہو جائے گا۔ پس اس میں پڑھنے کے انداز کے فرق کی وجہ سے دو صورتیں بنتی ہیں۔ ایک ہے 'پھر کس گن پر اتراؤں' اور دوسری ہے 'پھر کس گن پر اتراؤں مَیں' اس میں لفظ 'مَیں' زائد کرنے کے باوجود وزن دونوں کا ایک ہے۔ بہرحال انداز قراءت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اوقات نقص کا گمان ہوتا ہے۔ پڑھنے والے کے انداز پر اس کی درستی یا سُقم کا انحصار ہے"۔ (مکتوب ۱۵.۵.۹۳)

......☆......☆......

۴/مارچ ۱۹۹۳ء کی الفضل میں خاکسار کی ایک نظم چھپی جس کے دو شعروں پر پیارے آقا نے تبصرہ فرمایا۔ شعر یہ ہیں ؎

کسی نصیبوں والی گھڑی میں یکدم وہ گھر آجائیں گے
ہر سُو خوشبو مہک رہی ہے اُن کی ذات آنے سے پہلے
چپ چپ رہ کر بھی دیکھا ہے دنیا کس سے خوش رہتی ہے
آؤ ذرا کُھل کھیل لیں ہم الزامات آنے سے پہلے

حضور پرنور نے تحریر فرمایا:

۴/مارچ کی الفضل میں بھی آپ کی ایک بہت اچھی غزل شائع ہوئی ہے۔ لیکن اس میں ایک تو لفظ 'مہک' کے اعراب اور دوسرے 'الزامات آنے' کا محاورہ محل نظر ہے۔ لفظ مہک، مِہک ہے یا مَہک ہے۔ (ہم نے تو مَہک ہی پڑھا کرتے تھے) لیکن کوئی بھی ڈکشنری 'ہ' کو سکون کے ساتھ نہیں لیتی سوائے اس کے کہ جب مہکا پڑھا جائے۔ مجھے لگا تھا کہ یہاں کوئی غلطی ہوگئی ہے اسی لئے مَیں نے ڈکشنریوں سے چیک کیا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ڈکشنریاں مَہَک دے رہی ہیں جو اجنبی لگتا ہے کیونکہ ہم تو مَہک ہی پڑھتے آئے ہیں اس بارہ میں تحقیق کر کے بتائیں کہ اس کا درست تلفظ کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دوسرے 'الزامات آنے' کا محاورہ مَیں نے پہلی دفعہ سنا ہے۔ 'الزام لگنا' ہونا چاہئے۔ سوائے اس کے کہ الزامات لئے ہوئے پیغامات آئیں۔ مَیں یہ مثالیں ہرگز کسی اعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ سمجھانے کے لئے لکھ رہا ہوں کہ یہ کلام کی مجبوریاں ہوتی ہیں بعض جگہ مضامین کو زبان پر فوقیت دینی پڑتی ہے اور ضرور کوئی نہ کوئی رخنہ رہ جاتا ہے۔ باقی آپ کو خدا نے اظہار بیان پر خوب مقدرت بخشتی ہے اور آپ کو بات کہے بغیر کہہ جانے کا سلیقہ آتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ وَبَارِکْ۔"

......☆......☆......

اس مضمون کی تیاری میں یاد ماضی کے ایسے ایسے باب کھلے ہیں جن کا ذکر کرنے سے آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔

مئی ۱۹۹۳ء میں حضرت سیدہ مریم صدیقہ ہماری پیاری چھوٹی آپا نے کراچی میں گھٹنے کا آپریشن کروایا تھا۔ آپ کے وجود کی برکت سے کراچی میں رونق ہو رہی تھی۔ آپ کی صحت کے لئے ہم سب دعا گو تھے لمحے لمحے کی خبر رکھ رہے تھے۔ آپ صحت یاب ہو کر گھر آئیں تو لجنہ نے آپ کی قیامگاہ پر حاضر ہو کر شگفتہ سا پروگرام رکھا جس میں خاکسار نے قطعات پیش کئے۔ ایک قطعہ تھا ؎

یہاں سب چاہنے والے مبارک باد دیتے ہیں
بھلا لگتا ہے ہم کو آپ کا آرام سے اٹھنا
خدا کا شکر ہے اس نے ہماری ہر دعا سن لی
مبارک صد مبارک آپ کا دو لاکھ کا گھٹنا

حضرت چھوٹی آپا بے ساختہ مسکرائیں اور پیار بھری نظروں سے داد دی۔ ایسے ہر موقع پر مجھے حضور یاد آجاتے کہ اگر آپ یہ قطعہ سنتے تو پسند فرماتے۔ مَیں نے خط میں لکھ کر بھیج دیا۔ آپ نے بڑا پیارا جواب دیا:

۱۹۔۷۔۹۳

"آپ کا خط محررہ ۹۳۔۶۔۸ موصول ہوا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ سارا خط ہی ماشاء اللہ بہت دلچسپ ہے، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ چشم بددور آپ کے شعر خصوصاً دوسرا شعر بہت مزیدار ہے لیکن آرام سے اٹھنا مجھے تو بہت بھلا نہیں لگتا۔ چاہے آرام سے اٹھنا ہو یا مشکل سے۔ اللہ فضل فرمائے اور پوری صحت کے ساتھ رکھے۔ اللہ آپ سب کو جزا دے جنہوں نے چھوٹی آپا کی خدمت کی۔ لجنہ کراچی ہمیشہ کی طرح اب بھی خدمت کے میدان میں آگے ہی آگے ہے اللہ یہ اعزاز برقرار رکھنے کی توفیق دیتا رہے۔ تمام کارکنات کو محبت بھرا اسلام"۔

اس خط کے آخر میں حضور نے دست مبارک سے جو تحریر فرمایا ہے وہ تاریخی لحاظ سے انتہائی قابل قدر ہے۔

"عزیزہ بشریٰ داؤد دُوری کے دردناک سانحہ ارتحال سے متعلق آپ کا خط ملا تھا۔ اس پاکباز فدائی، حسن واحسان کی مرقع بیٹی کی نماز جنازہ غائب کا فیصلہ تو خبر ملتے ہی کر لیا تھا۔ آج بعد نماز جمعہ انشاء اللہ نماز جنازہ غائب ہوگی۔ اقرباء جماعت کراچی اور لجنہ کراچی سے تعزیت کا اظہار خطبہ کے آخر پر کروں گا"۔

بشریٰ داؤد ۲۰/جولائی کو ہم سے رخصت ہوئی تھی۔ پیارے حضور نے جمعہ سے پہلے اس خط پر دستخط فرمانے کے بعد دست مبارک سے یہ تحریر لکھی جو بشریٰ کو نئی زندگی دے گئی۔ اللہ اسے غریق رحمت کرے۔ آمین۔

......☆......☆......

ایم ٹی اے پر نشریات شروع ہوئیں تو گھر گھر میں ڈش انٹینا لگوانے کی باتیں ہونے لگیں۔ ڈش ہر احمدی گھرانے کی پہلی ضرورت بن گیا۔ ادھر ادھر سے سنی ہوئی باتیں ذہن میں جمع ہوئیں اور چند قطعوں کا روپ دھار گئیں۔ مثلاً

ابا مجھے جہیز میں کچھ بھی نہ دیجئے
چاندی نہ دیجئے مجھے سونا نہ دیجئے
بستر نہ دیجئے مجھے صوفہ نہ دیجئے
سب چھوڑ کے بس ایک ڈش انٹینا دیجئے

نظم کی شگفتگی نے یہ شوق اچھالا کہ حضور کو بھیج دی جواب ملا:

"دوسری نظم جو ڈش انٹینا کے متعلق ہے بہت اچھی ہے ماشاء اللہ جس طرح پہلی نظم نفسِ مضمون کے مطابق شایان شان تھی اسی طرح یہ بھی نفس مضمون کے عین مطابق ہے۔ بڑی کھلی ہوئی رنگین اور معطر نظم ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ "شہد کی مکھیوں" کو محبت بھرا سلام"۔

"شہد کی مکھیاں" پیارے حضور ازراہ شفقت لجنہ کراچی کو ازراہ داد نام دیتے تھے۔ جس سے ہم بیحد لطف لیتے تھے۔ حضور کو خطوط لکھنے میں خاکسار بے تکلفی سے سارا احوال لجنہ کے دفتر اور گھر کا لکھ دیتی۔ آپ میرے خطوں سے خوش ہوتے تو حوصلہ افزائی ہوتی۔ دل رکھنے کا فن بھی آپ کو خوب آتا تھا۔ ایک نظم کا ایک شعر داد حاصل کر گیا۔ پہلا شعر تھا ؎

سامنے ہو نگاہ کے دور بھی ہو نگاہ سے
اس کیفیت کو کیا کہوں ہجر ہے یا وصال ہے؟

آپ نے تحریر فرمایا:

۵۔۱۰۔۹۶

ایک شعر جو ساری غزلوں کا جان ومال ہے اس کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ واقعی یہ بہت جاندار شعر ہے ؎

وقت کا ٹوٹتا بدن شام کی سرمئی تھکن
آنکھوں میں جاگتی لگن دل کا عجیب حال ہے

......☆......☆......

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل واحسان سے مجھے 'صاحب قلم' بھی بنا دیا۔ پیارے حضور نے تحریر فرمایا:

"مَیں آپ کو ایک خوبصورت قلم بھجوا رہا ہوں جو کہ امید ہے آپ کے شاعرانہ ذوق کے مطابق ہوگا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ (مکتوب ۲۲.۲.۹۷)

ایک بے حد حسیں خوبصورت قلم میرے آقا نے مجھ کو عنایت کیا ہے
ساتھ اس کے جو مکتوب آیا ہے اس میں دعائیں ہیں اتنی کہ گھر بھر دیا ہے
وہ کرتے ہیں احساں پہ احساں ہمیشہ وراثت میں پائی ہے شانِ کریمی
ہیں مرد خدا میں خدا کی ادائیں وگرنہ مَیں کیا میری ہستی ہی کیا ہے؟

......☆......☆......

خاکسار کی ایک غزل بہت خوش قسمت ہے اس کو دو دفعہ حضور پرنور سے داد ملی۔ ۱۳/مارچ ۱۹۹۷ء کے الفضل میں چھپی تو حضور پرنور نے تحریر فرمایا:۔

"الفضل کے ۱۳/مارچ ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں آپ کی جو نظم شائع ہوئی ہے اسے پڑھ کر بہت لطف آیا۔ ویسے تو ساری نظم ہی بڑی اچھی ہے اور تازہ بتازہ ہے لیکن یہ اشعار بہت بلند پایہ ہیں ؎

آتا ہے نظر تاروں میں مہتاب علیحدہ
ہر پہلو سے ہے وہ دُرِ نایاب علیحدہ
ترتیب سے رکھتی نہیں یادیں کبھی لیکن
باندھا ہے ترے نام کا اک باب علیحدہ
حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اس شب کی دُکھن سے
جو یاد میں گزری شب مہتاب علیحدہ
اب چارہ گری کوششِ ناکام رہے گی
اس مرتبہ ہیں درد کے اسباب علیحدہ

اللہ آپ کے علم وعمل میں برکت دے اور عرفان کو مزید بڑھائے۔"

یہی نظم قیام لندن کے دوران سامی صاحب کی فرمائش پر الفضل انٹرنیشنل کے لئے دی۔ پیارے آقا کی نگاہوں میں آئی۔ ازخود آپ نے خط لکھا اور جب میں واپسی سے پہلے ملاقات کی انتظار میں آپ کے آفس کے باہر بیٹھی تھی پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے یہ خط مجھے تھمایا۔ تصور کیجئے کبھی خط کے لئے راہ تکتے تکتے آنکھیں تھک جاتی ہیں اور کبھی آفس کے باہر بیٹھے ہاتھ کے ہاتھ خط مل جاتا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَفِی شَأنٍ۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"آپ کی جو نظم الفضل انٹرنیشنل کے شمارہ ۱۷/اپریل تا ۲۳/اپریل ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی اس کے یہ دو شعر تو بہت ہی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

جو کچھ بھی میسر تھا وہ سب بانٹ رہے ہیں
رکھے نہیں اپنے لئے کچھ خواب علیحدہ
حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اس شب کی دُکھن سے
جو یاد میں گزری شب مہتاب علیحدہ

ویسے تو ساری نظم اچھی ہے مگر ان دو شعروں کا جواب نہیں ہے۔ آپ کی نظم میں یہ علیحدہ ہی نظر آتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زور قلم میں برکت عطا فرمائے"۔ (مکتوب ۷.۵.۹۸)

......☆......☆......

۹۸۔۱۱۔۱۵ کا تحریر کردہ پیارا مکتوب ملا:

"پاکیزہ شجر کے نام سے جو الفضل ربوہ میں آپ کی نظم شائع ہوئی ہے مجھے پسند آئی ہے۔ کبھی کبھی آپ لہر میں آ کر جو کلام کہتی ہیں تو وہ چمک اٹھتا ہے۔ ماشاء اللہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ آپ کے علم وعرفان کو مزید صیقل فرمائے۔ نیک مرادیں پوری کرے اور بچوں کو دین ودنیا میں ترقی عطا فرمائے"۔

اس نظم کے تین شعر لکھ دیتی ہوں ؎

وہ جو ایک شخص محبت کا ہنر رکھتا ہے
بڑا پارکھ ہے مرے دل پہ نظر رکھتا ہے
پھول پھل لاتی ہیں سب دنیا میں پھیلی شاخیں
اُسی خوُ بوُ سے جو پاکیزہ شجر رکھتا ہے
سیر کر دیتا ہے جولائی کی دعوت میں خدا
چھانٹ کر دنیا سے کیا خوب ثمر رکھتا ہے

......☆......☆......

۰۱۔۱۔۳۱ کے مکتوب میں فرمایا:

"مَیں رسالوں میں آپ کی نظمیں دیکھتا رہتا ہوں۔ ماشاء اللہ آپ نے بڑی محنت کی ہے اور اب بھی بڑی محنت سے علمی ادبی کام کرتی رہتی ہیں۔ اللہ قبول فرمائے۔ ۲۵/جنوری کی الفضل میں بھی آپ کی بڑی اچھی نظم چھپی ہے۔"

اس طرح کے دعائیہ خطوط مجھے ایسی خوشی عطا کرتے کہ مَیں کسی دوسرے کی داد سے بے نیاز ہوجاتی۔ ایک سلسلہ ربط باہم جاری رہتا جس میں سراسر آقا کی شفقت کا احسان تھا۔ دلداری کے کئی پہلو تھے۔ "بیٹے کی ماں" نظم بہت مقبول ہوئی۔ اپنے آقا کو بھیج دی۔ جواب ملا:

"بہت بہت شکریہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء بہت مزے دار نظم ہے"۔ (۰۱۔۳۔۲۲)

نیز آپ کے ارشاد پہ یہ نظم الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہوئی۔ پیارے حضور کی دلداریوں پر اپنی کیفیات کا اظہار کرنے لگوں تو کتابیں لکھنی پڑیں پھر بھی حق ادا نہ ہو۔ حضور کا حُسنِ نظر ہے ورنہ اپنی کم مائیگی کا ادراک ہے۔ اگر کوئی میرا یہ مضمون پڑھے تو خلیفۂ وقت کی دعائیں لینے کے لئے ہر صلاحیت وقف کر دے، خدا تعالیٰ کا ہوجائے، اُس سے راضی ہوجائے، اس کی رضا حاصل کر لے اور خاکسار کے حق میں دعائے خیر کر دے۔ ❁❁.................❁❁

بقیہ :دعوت الی اللہ کی عالمگیر تحریک اور عہدخلافت رابعہ از صفحہ نمبر ۴

حضور انور نے جلسہ سالانہ (یوکے سال1998ء) کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا:۔

"جتنے مرضی فسادات ہوں، ان کی موجودگی میں ہم نے لازماً آگے بڑھنا ہے اور نئے علاقے فتح کرنے ہیں۔ دعوت الی اللہ کا کام فسادات کی وجہ سے رکے گا نہیں۔ فسادات کی روک تھام کیلئے ہم جو کوشش کریں گے اس سے ہمیں سہولت تو ہوگی لیکن لازم تو نہیں ہے کہ ہم کامیاب ہوں یعنی روک تھام میں کامیاب ہو جائیں۔ مگر اس کے نتیجہ میں یعنی فسادات اگر ہوں تو دعوت الی اللہ کا کام کسی قیمت پر بھی نہیں رکنا چاہئے اور اس کے لئے فسادات کے احتمالات کو پیش نظر رکھ کر...... جماعت کو دعوت الی اللہ کا تفصیلی منصوبہ بنانا چاہئے۔"

نیز فرمایا:۔

"انہی باتوں کا تعلق پاکستان اور بنگلہ دیش سے بھی ہے۔ پاکستان میں حالات سنگین ہو رہے ہیں اور یہ خطرہ درپیش ہے کہ تیزی سے اور زیادہ سنگین ہو جائیں گے لیکن ایک بات میں آپ کو یاد دلا دیتا ہوں کہ حالات سنگین ہو بھی جائیں تو نتیجۃً انشاء اللہ وہ جماعت کے حق میں ہی ہوں گے۔ جو بھی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وہ نکلے گا مگر اس بارے میں مجھے ادنیٰ بھی شک نہیں کہ تبدیل ہوتے ہوئے حالات کا آخری نتیجہ جماعت احمدیہ کے حق میں ہوگا۔"

دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں بعض اہم ہدایات

دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اپنی ٹیم کی حوصلہ افزائی اور اس کی ضروریات پورا کرنے کے سلسلہ میں حضور غیر معمولی توجہ فرماتے تھے۔ دعوت الی اللہ کے بارہ میں کوئی جائز مطالبہ کبھی رد نہیں فرمایا۔ مربیان کی ضرورت پیش آئی تو وہ عطا کئے۔ سلائڈز کے ذریعہ جماعت کی مساعی دیہاتوں میں دکھانے کی تجویز آئی تو پروجیکٹرز کی منظوری عطا فرمائی۔ الغرض جملہ ضروریات کا بھی ہمیشہ خیال رکھا۔

اس کے ساتھ ساتھ نظارت کی مساعی پر آپ نظر رکھتے اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ضروری ہدایات بھی جاری فرماتے۔ ایک دفعہ تحریر فرمایا:۔

"(i) آپ اور آپ کے ساتھی بار بار جماعتوں سے رابطے کریں۔ ان کو جوش اور ولولہ دلائیں۔

(ii) اس بات کی نگرانی کریں کہ جماعتوں کو ضروری مواد، وڈیو آڈیو کیسٹس وغیرہ مہیا ہوں۔

(iii) جوش دلانے کیلئے دوروں رابطوں اور تقریروں کے نظام کو جاری کیا جائے۔" (14 اپریل 1992ء)

❁ "دوروں کے بعد رابطوں کا فالو اپ بہت ضروری ہوتا ہے جو مقامی مربی آسانی سے پورا کر سکتے ہیں۔" (15 مئی 1995ء)

دعوت الی اللہ کے شروع دور میں ہم نے دعوت الی اللہ میں بیداری پیدا کرنے کیلئے حضور کے خطبات سے ضروری اقتباسات ریکارڈ کر کے بذریعہ کیسٹ جماعتوں تک پہنچانے شروع کئے اس پر ہماری رہنمائی فرمائی اقتباس کی بجائے پورا خطبہ دعوت الی اللہ کے بارہ میں سنایا جائے۔ نیز دعوت الی اللہ سنٹر کے قیام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"ہر دعوت الی اللہ سنٹر میں کیسٹ پر مشتمل لائبریری ہونی چاہئے۔ نیز خطبات دعوت الی اللہ کو یکجائی صورت میں شائع کیا جائے۔"

(13 فروری 1992ء)

چنانچہ ان خطبات کا پہلا حصہ طبع ہو چکا ہے۔

❁ اصولی ہدایت یہ تھی کہ "اصل توجہ باثمر داعیان بنانے اور پھل حاصل کرنے کی طرف دیں۔" (18 فروری 1992ء)

❁ ایم ٹی اے کے جاری ہونے پر اس سے دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں بھرپور استفادہ کی ہدایات فرمائیں کہ

(i) "ایم ٹی اے پر حاضری کے بارہ میں رپورٹس کو زیادہ منظم کیا جائے۔

(ii) بعض بڑی جماعتیں اس پہلو سے غافل اور چھوٹی جماعتیں مستعد ہیں۔ (اس لحاظ سے توجہ دی جائے)

(iii) صدران اور مربیان کو توجہ دلانا اور بیدار کرنا اور مسلسل نگرانی رکھنا بہت ضروری ہے۔ زیر دعوت مہمانوں کو ایم ٹی اے پر لانے کی طرف توجہ کی جائے۔ تمام نظارتیں اور تنظیمیں اپنے اپنے دائرہ کار میں اس طرف توجہ دیں۔"

(14 ستمبر 1993ء)

❁ ایم ٹی اے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ڈش انٹینا زیادہ سے زیادہ لگوانے کی تلقین کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:۔

"اگر آپ اس سے استفادہ کریں تو انشاء اللہ ٹارگٹ چھوٹے دکھائی دیں گے۔"

(6 فروری 1996ء)

❁ دعوت الی اللہ کے لئے اخراجات کے مسائل بھی پیش آتے ہیں۔ اس بارہ میں امراء اضلاع کے لئے اصولی ہدایت فرمائی کہ:

"تمام اضلاع اور بڑی جماعتیں اپنا سالانہ بجٹ باقاعدہ بنایا کریں اس میں دعوت الی اللہ کی مد کو خاص اہمیت دی جائے۔ دعوت الی اللہ کے اخراجات طوعی طور پر جماعتیں سنبھالیں۔" (19 اگست 1992ء)

❁ حضور انور موقع محل کی مناسبت سے حکمت عملی بدلنے کی تفصیلی رہنمائی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ

"اب صرف تقریروں اور مذاکروں سے کام نہیں بنے گا رابطے اور مہمات ہونی چاہئیں۔ نئے آنے والوں کو تربیت اور نظام میں پرونا ایک اہم کام ہے جو بہت سلیقہ اور دانشمندی چاہتا ہے۔"

(12 جولائی 1996ء)

❁ حضور استطاعت کے مطابق بوجھ ڈال کر کام لیتے۔ جب دیکھا کہ ہمارے لئے ایک لاکھ کا ٹارگٹ مشکل ہو رہا ہے تو فرمایا:۔

"ایک لاکھ کا ٹارگٹ پورا نہیں کر سکتے تو کم از کم پچھلے سال سے ڈبل تو ہونی چاہئے۔"

(14 مئی 1994ء)

❁ حضور انور اضلاع کی کارکردگی پر بھی نظر رکھتے۔ اصولی ہدایت یہ تھی کہ

"جن اضلاع میں آگے بڑھنے کی استطاعت ہے ان کو معین ٹارگٹ دیکر ان کی طرف خصوصیت سے توجہ دیں۔"

(12 اکتوبر 1996ء)

اسی طرح کمزور اضلاع کے نام لے کر بسا اوقات توجہ دلانے کی ہدایت فرماتے اور اس کا بہت گہرا اثر ہوتا۔ یہاں تک راہنمائی فرماتے کہ کس ضلع سے کس طرح کام لینا اور امیر ضلع سے کیسے معاملات طے کرنے ہیں۔

❁ جب سالانہ ٹارگٹ کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک دفعہ ایک ضلع کے امیر نے بیعتوں کے زیادہ ٹارگٹ ملنے کی شکایت حضور کی خدمت میں کر دی۔ انہیں آپ نے خط لکھ کر سمجھایا اور ان کے نام خط کی کاپی ہمیں بھی بھجوائی جس میں انہیں تحریر تھا کہ

"دعا اور کوشش ضروری ہے اس کے بعد معاملہ خدا کے سپرد کر دیں اگر ٹارگٹ غلط بھی ہو گیا تو اس کے نتیجہ میں آپ کا دل اور ضمیر پوری طرح مطمئن ہوں گے۔" (17 دسمبر 1993ء)

❁ کبھی ٹارگٹ میں پیچھے رہ جانے پر توجہ دلاتے کہ:

"حکمت سے کام آگے بڑھائیں" تو کبھی اضلاع اور جماعتوں کے سامنے نیک مثالیں لانے کی تلقین فرماتے۔" (22 مئی 1993ء)

❁ بڑے ٹارگٹ دے کر حوصلہ دلاتے کہ:

"دعا کے ساتھ کوشش کرتے رہیں جتنی اس کی مرضی ہوئی ہماری جھولی میں ڈال دے گا۔ ہم بہر حال اس پر راضی رہیں گے۔" (13 مارچ 1994ء)

اور مرکز سے قریب بعض بڑے اضلاع (جن کی استطاعت زیادہ ہے) پر خصوصی توجہ مرکوز کرنے کی ہدایات فرمائی۔ جہاں کسی زمانہ میں بڑی بڑی جماعتیں تھیں۔

اس کے مقابل پر دور افتادہ جنوبی اضلاع میں زیادہ پھلوں کی رپورٹ سن کر خوش ہوتے اور حوصلہ بڑھاتے۔

جن اضلاع میں ایک بھی پھل نہیں ملا وہاں پر حکمت پروگرام منظم کرنے کی ہدایت فرماتے۔

ایک مکتوب میں فرمایا:۔

"مجھے تو کبھی ٹارگٹ کی فکر نہیں ہوئی اگر فرض کریں ٹارگٹ مشکل ہے تو پھر ہم نے کونسا پیچھے ہٹ جانا ہے زندگیاں اسی کام کیلئے وقف ہیں۔"

(21 اپریل 1994ء)

❁ مختلف علاقوں اور ان کے طبقات کی طرف خصوصیت سے توجہ کی ہدایت فرماتے۔ سندھ کی اسٹیٹوں میں ہاری اور مزدور طبقہ اور تھر سے آکر کام کرنے والوں کی طرف توجہ کا ارشاد فرمایا۔ (13 جنوری 1993ء)

بعض اضلاع میں جہاں شرارتیں سر اٹھاتی ہیں وہاں زمینداروں کے مزارعین میں مہمات دعوت الی اللہ جاری کرنے کی ہدایت فرمائی تاکہ باثر زمینداروں کے ذریعہ دشمن کی شرارتوں سے بچا جا سکے۔

اسی طرح فرمایا:۔

"اگر سندھ کے وڈیرے احمدیت کی طرف متوجہ ہوں تو (دعوت الی اللہ) میں بہت فائدہ ہوگا۔ معززین کے اعزاز میں دعوت الی اللہ کر کے (علماء سلسلہ) سے ان کی ملاقات کروائیں اور سوال و جواب سے ان کی غلط فہمیاں دور کریں۔"

(3 جنوری 1997ء)

❁ شعبہ اصلاح و ارشاد کی موجودگی میں نظارت دعوت الی اللہ کے قیام سے جب بعض جگہ یہ سوال اٹھا کہ دونوں کے کاموں میں کیا فرق ہوگا تو آپ نے کمال حکمت سے سمجھایا کہ

"اصلاح و ارشاد کا کام تعلیم و تربیت کے ساتھ دعوت الی اللہ کی منصوبہ بندی اور سرپرستی ہے جب کہ دعوت الی اللہ کا کام ان ذرائع سے استفادہ اور انفرادی رابطے کے لئے آدمی تیار کرنا ہے۔"

(17 دسمبر 1993ء)

❁ تنظیموں کے کام پر نظر رکھ کر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ مستعد لجنات کے کام کی بھی حوصلہ افزائی فرمائی جن کے کئی سو دیہاتوں سے رابطے تھے۔ ایک دفعہ ایک لجنہ کی رپورٹ ہمیں بھجوا کر فرمایا کہ

"یہ رپورٹ دیگر داعیان اور مربیان کو بھجوائیں کہ کس طرح لجنات حکمت کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہیں آپ بھی ان کے گر سیکھیں۔"

یوم تبلیغ کی تحریک

دعوت الی اللہ میں تیزی پیدا کرنے کیلئے حضور گاہے بگاہے مختلف تحریکات فرماتے رہتے تھے۔ رمضان کے درس القرآن میں سورۃ النساء آیت 72 کی تفسیر کرتے ہوئے 1998ء میں یوم تبلیغ منانے کی تحریک کی اور فرمایا:

"اس مضمون کا تعلق بھی آج کل دنیا میں جہاں کہیں بھی دعوت الی اللہ کا کام ہو رہا ہے اس کے ساتھ ہے...... کہیں تھوڑا نکل سکتے ہو تو تھوڑا نکلو کہیں زیادہ ہو کے نکل سکتے ہو مگر اس کام پر نکلنا ضرور ہے۔ کسی کے لئے بھی کوئی عذر نہیں کہ وہ گھر بیٹھا رہے۔ سوائے اس معذور کے جو باہر نکل سکتا ہی نہیں۔"

(درس القرآن 21 دسمبر 1998ء)

❁ حکمت کے تقاضوں کے پیش نظر احتیاط کی ہدایت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ

"آبیل مجھے مار کہہ کر تکلیف اٹھانا ابتلا نہیں بلکہ یہ تو حماقت ہے اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے راہ عمل طے کرنا چاہئے۔"

❁ بعض داعیان کے دوران سفر حادثہ کی اطلاع پا کر ہدایت فرمائی کہ جب تک گاڑی کی سروس وغیرہ نہ ہوئی ہو سفر کے لئے نہیں نکلنا چاہئے۔

بیعتوں کے متعلق ضروری احتیاطیں

❁ بیعتوں کے بارہ میں احتیاط کی خاطر یہ ہدایت فرمائی کہ جملہ بیعتیں ایک نظام سے گزر کر آئیں اور ان پر امراء اضلاع کے ان پر دستخط ہوں۔"

(19 اگست 1992ء)

❁ اسی طرح نوجوان اکیلی لڑکی کی بیعت کے بارہ میں اصولی ہدایت فرمائی کہ:

"اس کی بیعت نہیں لینی چاہئے بلکہ اسے کہنا چاہئے کہ اپنے آپ کو دل سے احمدی سمجھتی رہو مگر ابھی تمہارے حالات ایسے نہیں کہ ظاہر کرو۔"

نیز فرمایا: "کبھی بھی یکطرفہ تصویر دکھا کر احمدی نہیں بنانا۔ مشکلات کے بارہ میں پہلے سے بتا دیں کہ جرأت ہو تو قبول کرو یہ احتیاطیں ضروری ہیں ورنہ ذرا سی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے۔ اور گند بکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

(9/مارچ 1997ء)

بسا اوقات بیعتوں کے خطوط پر خوش ہوکر حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دست مبارک سے تحریر فرماتے ''جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ کان اللہ معکم۔ ماشاء اللہ۔ الحمدللہ اللھم زد وبارک و ثبت اقدامھم ''یعنی اللہ آپ کو بہترین جزا دے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ جو اللہ چاہے۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ اور بڑھائے اور برکت دے اور ان (آنے والوں) کے قدم مضبوط کرے۔ اللہ روح القدس سے مدد کرے۔

آقا سے یہ دعا پاکر ہمارے حوصلے جوان اور دل بڑے ہوجاتے تھے۔

❁ اپنے خدام کے حوصلے بڑھاتے اور ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ ہندوستان کے علاقہ کوئمبا تور (Coimbatoor) کے ایک ہوٹل میں بعض اہل حدیث علماء کے ساتھ حفظ امن کی ضمانت کے ساتھ جماعت کی شرائط کے مطابق وفاتِ مسیح، ختم نبوت اور صداقتِ مسیح موعود کے موضوعات پر مناظرہ طے ہوا۔ حضور نے ازراہ شفقت مولانا دوست محمد صاحب شاہد اور خاکسار کو وہاں تامل زبان میں مناظرہ کرنے والے ہمارے علماء کی مدد کے لئے بھجوایا۔ خاکسار روزانہ کی رپورٹ مناظرہ حضور کی خدمت میں بذریعہ فیکس بھجواتا تھا۔ حضور انور کمال شفقت سے تفصیلی رہنمائی فرماتے حتی کہ دلائل میں پیش کی جانے والی آیات تک کی معین ہدایت فرماتے۔ نو دن کے مناظرہ کے بعد جماعت کی غیر معمولی علمی برتری اور دشمن کے لاجواب ہونے پر حضور اس قدر خوش ہوئے کہ مناظرہ میں شامل ہم پانچ افراد کے لئے دس ہزار روپیہ انعام بھجوایا۔ اور بے شمار دعائیں اس پر مستزاد تھیں۔

حضور کے اپنے خدام پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ گوجرانوالہ کے ایک پرجوش داعی الی اللہ نے اپنے خط میں بعض زیر دعوت لوگوں کے اصرار کا ذکر کیا کہ علامہ طاہر القادری صاحب سے خود حضرت خلیفۃ المسیح الرابع یا کسی احمدی عالم کی بات کروائی جائے اور وہ مناظرہ لنڈن MTA سے نشر ہو۔ انہوں نے مزید لکھا کہ ''ان کی شرط یہ ہے کہ اگر قادری صاحب مناظرہ نہ کریں گے تو وہ احمدی ہوجائیں گے اور اگر جماعت احمدیہ نے چیلنج قبول نہ کیا تو احمدی داعی الی اللہ مسلمان ہونے کا اعلان کریں۔ وہ آئے دن بیت الذکر آکر اس چیلنج کو دہراتے ہیں۔ حضور رہنمائی فرمائیں۔'' حضور نے اس پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:۔

''حافظ مظفر احمد صاحب آپ ان سے رابطہ کریں اور طاہر القادری کے مناظرہ کا چیلنج آپ قبول کریں''۔ (7/مئی 1996ء)

امیر ضلع گوجرانوالہ کے ذریعہ جب ان چیلنج دینے والوں سے رابطہ کروایا گیا تو انہوں نے کہا کہ قادری صاحب کے نائب مناظرہ کریں گے جو ختم نبوت پر ہوگا۔

ہم نے جواباً پیغام بھجوایا کہ گفتگو کا آغاز وفات وحیات مسیح سے ہوگا۔ پھر ختم نبوت پر بات ہوگی۔ نیز امن عامہ کی ذمہ داری فریق ثانی پر ہوگی۔ جب چاہیں ان شرائط پر مناظرہ کرلیں۔

ان شرائط کے جواب میں فریق ثانی خاموش اور لاجواب ہوگئے حضور نے رپورٹ پڑھ کر فرمایا:۔

''ٹھیک ہے۔ نصرکم اللہ نصراً عزیزاً' پس اللہ تعالیٰ آپ کی غیر معمولی مدد فرمائے۔

(12/جولائی 1996ء)

❁ اس کے کچھ عرصہ بعد میانوالی میں بھی پرامن ماحول میں مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب اور خاکسار نے باری باری مختلف موضوعات پر کامیاب گفتگو کی۔ دعوت الی اللہ کے مذاکروں کی رپورٹ پر حضور بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ

''مذاکرات کا سلسلہ حوصلہ افزاء ہے ان کی ویڈیو بھی بھجواتے تاکہ MTA کے ذریعہ دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھتے۔'' (12/جولائی 1996ء)

ایک دفعہ ناظر اعلیٰ صاحب کو مذاکروں کے سلسلہ میں رہنما ارشاد بھجوایا جو دراصل ایک رؤیا کے نتیجہ میں خدائی رہنمائی پر مشتمل تھا فرمایا کہ

''ہمارے علماء جو دورے کرتے ہیں وہ محض لوگوں کے مجالس میں آجانے پر خوش نہ ہوجایا کریں بلکہ ایسی مجالس میں لوگوں سے کرید کرید کروہ باتیں نکلوایا کریں جو مولویوں نے ان کے دل میں بٹھائی ہوتی ہیں اور پھر ان کے تأثرات کو ایک ایک کرکے زائل کریں اور تسلی بخش جواب انہیں سمجھایا کریں۔

(6/ستمبر 1999ء)

ایک اور موقع پر ناظر اعلیٰ صاحب کے نام تحریر فرمایا:۔

''اب تو دوٹوک مقابلہ ہے۔ سستی کے دن ختم ہوگئے۔ آپ ہمت کرکے ان سے ''الناس'' نہیں چھینیں گے تو انقلاب نہیں آسکتا۔ جب تک آپ محنت کرکے کچھ کریں گے نہیں خدا بھی آپ کے لئے کچھ نہیں کرے گا۔ (6/جنوری 1998ء)

1993ء میں اللہ تعالیٰ نے عالمی بیعت کا منصوبہ حضور انور کے ذہن میں ڈالا۔ جس سے دعوت الی اللہ کے کام میں بہت تیزی آئی۔ عالمی بیعت میں شرکت کی تحریک ایک خط کے ذریعہ کی گئی۔ جس کا آغاز ان ولولہ انگیز الفاظ سے تھا۔

''اُٹھیں اُٹھیں اور آسمان کی بلندیوں سے ہوکر زمین کی وسعتوں پر احاطہ کرنے والی عالمی بیعت کے لئے تیاری کریں۔''

خاکسار کے نام اسی مکتوب میں ہدایت تھی۔

''آپ کے ملک سے ایک ہزار نہیں کم ازکم پانچ ہزار بیعت کی توقع ہے۔''

یہ محض خدا کا فضل تھا کہ عالمی بیعت کے پہلے سال ہم نے ساڑھے سات ہزار بیعتیں حاصل کرکے حضور انور کی خوشنودی کی توفیق پائی۔ فالحمدللہ

اس زمانہ میں عالمی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجہ میں جماعت لاکھوں سے کروڑوں میں داخل ہوئی اور حضور کا موعودہ انقلاب رونما ہونے لگا۔

ہر سال عالمی بیعت پر ہم نے جماعت کو دگنا ہونے کے نظارے دیکھے۔ جس کا ایک خاکہ یہ ہے۔

عالمی بیعتوں کا گوشوارہ

(روزنامہ الفضل 27/دسمبر 2002ء)

❁❁❁❁

عالمی بیعتوں کا گوشوارہ

سال	
1993ء	دولاکھ چار ہزار تین سو آٹھ
1994ء	چار لاکھ اکیس ہزار سات سو تریپن
1995ء	آٹھ لاکھ سنتالیس ہزار سات سو پچیس
1996ء	سولہ لاکھ دو ہزار سات سو اکیس
1997ء	تیس لاکھ چار ہزار پانچ سو پچاسی
1998ء	پچاس لاکھ چار ہزار پانچ سے اکانوے
1999ء	ایک کروڑ بیاسی لاکھ دو سو چھبیس
2000ء	چار کروڑ تیرا لاکھ آٹھ ہزار نو سو پچھتر
2001ء	آٹھ کروڑ چھ ہزار سات سے اکیس
2002ء	دو کروڑ چھ لاکھ چون ہزار
کل	سولہ کروڑ اڑتالیس لاکھ پچھتر ہزار چھ سو پانچ

(روزنامہ الفضل ۲۷/دسمبر ۲۰۰۲ء)

......❁......❁❁❁......

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۷/جولائی بروز جمعرات قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم قاضی داؤد احمد صاحب آف ملٹن کینز** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ مرحوم ۱۴/جولائی کو بعمر ۵۴ سال وفات پاگئے تھے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ملٹن کینز جماعت کے صدر بھی رہے ہیں۔ اس وقت زعیم مجلس انصاراللہ کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔ مخلص فدائی احمدی تھے۔

مرحوم حضرت منشی محبوب عالم صاحب، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور قاضی مسعود احمد صاحب کے بیٹے تھے۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

اس موقع پر حسب ذیل دو مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(۱)...... **مکرم کریم احمد صاحب سنوری** صدر جماعت ملبورن آسٹریلیا ۲۶/جون کو وفات پاگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت خوش خلق اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ مرحوم رشید احمد سنوری لندن کے بھائی تھے۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(۲)...... **مکرم کرنل مبارک احمد ملک صاحب آف چکوال** ۔ مرحوم مخلص، مالی قربانی کرنے والے، نڈر اور بارعب شخصیت تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

❁❁❁❁

watch MTA live

audio and video broadcast

❁❁❁

Weekly sermons in Urdu / English

❁❁❁

Questions & Answers and much much more

❁❁❁

Now you can buy Ahmadiyya Islamic Books, Audio / Video on line using Master Card or Visa

❁❁❁

Visit our official website

www.alislam.org

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 0181-553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

نماز کا قیام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "سارا گھر غارت ہوتا ہے، ہونے دو مگر نماز کو ضائع مت کرو"۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۲، ۲۳ اور ۲۹/جنوری ۲۰۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعض صحابہ کرام اور تابعین کے نماز کے قیام کے دلکش نظارے مکرم عبدالسمیع خان صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہیں۔

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ اگرچہ آنکھوں سے نابینا تھے لیکن نماز کے لئے اذان دینے اور پہلی صف میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے کے انتہائی دلدادہ تھے۔ ایک عرصہ تک حضرت اقدسؑ کے امام الصلوٰۃ ہونے کی بھی سعادت ملی۔ اسی طرح حضرت بابا کرم الٰہی صاحبؓ بھی وفات سے قریباً پانچ سال قبل بینائی سے محروم ہوگئے لیکن دیواروں کے سہارے باقاعدہ مسجد پہنچتے۔ آپؓ کا معمول تھا کہ سب سے پہلے مسجد آتے اور سب سے آخر میں واپس آتے۔

یہی حالت حضرت بابا صدرالدین صاحبؓ کی تھی کہ وہ بھی نابینا ہونے کے باوجود جب تک قدم اٹھ سکتے تھے، نماز کے لئے مسجد پہنچتے رہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کو نماز سے بے انتہا شغف تھا کہ ۱۹۰۵ء میں کثرت پیشاب کی شکایت ہونے کے باوجود التزام سے مسجد میں نمازیں ادا کرتے رہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے جب آپکی بیماری کے پیش نظر حیرت کا اظہار کیا تو عرض کیا کہ حضورؑ کی دعا ہی ہے جو اس ہٹ اور استقلال سے حاضر ہوتا ہوں ورنہ بعض اوقات قریب بہ غش ہو جاتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے خادم خاص حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں: "مَیں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہوگیا تھا، التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بیہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ انسان کی خداترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔" (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۰)

حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ بیماری اور ضعف کی حالت میں بھی مسجد جانا ترک نہ کرتے۔ وفات سے چند روز قبل ایسی ہی حالت میں مسجد جاتے ہوئے دوبار گر پڑے۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک بار فرمایا کہ نماز کے عاشق تھے، خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپؓ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد جانے والے۔ جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہوگئے تو اذان کی آواز کو بھی اس محبت سے سنتے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسااوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کر لیتے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔

حضرت سیدہ نواب امۃالحفیظ بیگم صاحبہؓ کو نماز کا اس قدر فکر رہتا تھا کہ ایک دفعہ شدید بیماری میں دو دن بیہوش رہیں۔ ہوش میں آئیں تو کمزوری کی وجہ سے بات نہ کر سکتی تھیں لیکن پہلی چیز جو اشارۃً طلب کی وہ پاک مٹی کی تھیلی تھی تاکہ تیمّم کرکے نماز ادا کرلیں۔ اپنے قریب رہنے والی لڑکیوں سے ہر نماز کے وقت پوچھتیں کہ انہوں نے نماز ادا کرلی ہے یا نہیں۔

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے لئے آخری عمر میں چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تھا لیکن وہ نماز باجماعت میں کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحبؓ کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔ آخری ایام میں ڈاکٹروں نے انہیں چلنے پھرنے سے منع کردیا تھا لیکن وہ پھر بھی چھپ چھپا کر مسجد پہنچ جاتے تھے۔

حضرت بابا شیر محمد صاحب کی عمر ۹۸ سال تھی لیکن وہ ضعف اور کمزوری کے باوجود باقاعدگی کے ساتھ مسجد تشریف لاتے رہے۔

حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کو ۱۹۲۴ء میں کابل میں شہید کردیا گیا۔ شہادت سے قبل آپؓ نے نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اجازت ملنے پر نماز پڑھی اور پھر شہادت کے لئے تیار ہوگئے۔

حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالویؓ نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی سعادت حاصل کی تو آپؓ کو بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بار کئی لوگ اکٹھے ہوکر آپؓ کو قتل کرنے آئے تو آپؓ نے کہا کہ اگر مارنے ہی آئے ہو تو پہلے دو نفل نماز پڑھنے دو۔ آپؓ قریبی مسجد میں چلے گئے اور دیر تک نماز ادا کرتے رہے۔ باہر لوگوں نے سمجھا کہ ڈر کر اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن جب آپؓ باہر نکلے تو ایک گھڑسوار وہاں آیا اور للکار کر کہا کہ کوئی اِس شخص کو ہاتھ نہ لگائے۔ اُس کا دبدبہ اتنا تھا کہ مجمع منتشر ہوگیا۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ اپنے علاقہ میں دعوت الی اللہ کے لئے مَیں کئی دیہات میں گیا ہوں لیکن اُس نوجوان کو کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی جب ہندوؤں سے احمدی ہوئے تو آپؓ کے والد آپؓ کو دھوکہ دے کر قادیان سے واپس لے گئے اور بہت سختی کی حتیٰ کہ نماز کی ادائیگی سے بھی روکا گیا۔ اس زمانہ میں آپؓ کئی کئی نمازیں ملاکر یا اشاروں سے پڑھتے تھے۔ ایک روز علی الصبح قضائے حاجت کے بہانے باہر گئے اور گیہوں کے کھیت کے اندر وضو کرکے نماز شروع کردی۔ اچانک محسوس ہوا کہ کوئی شخص کدال پکڑے پاس کھڑا ہے۔ خیال آیا کہ کوئی دشمن ہوگا جو جان لینے آیا ہے۔ اسلئے زندگی کی آخری نماز سمجھ کر معمول سے زیادہ لمبی کردی۔ مگر سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک کشمیری مزدور تھا جو آپؓ کو نماز پڑھتا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ آپؓ نے اُسے فرمایا کہ تم میرے اسلام پر گواہ رہنا۔

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ دفتری اوقات میں نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔ ہندو اور سکھ کلرکوں کی شکایت پر افسر نے آپؓ کو نماز پر جانے سے روکا تو آپؓ نے نوکری سے استعفیٰ دیدیا۔

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ اذان کی آواز آئی۔ آپؓ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے خدا کے سپرد کرکے مسجد چلے گئے۔ نماز کے بعد جب واپس جلدی آنے لگے تو لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ بچی کو نزع کی حالت میں چھوڑ کر آیا تھا، اب تک فوت ہوچکی ہوگی۔ چنانچہ بعض دوست آپؓ کے ہمراہ گھر تک آئے تو بچی وفات پاچکی تھی۔

چنیوٹ کے محترم حاجی تاج محمود صاحب نے ۱۹۰۲ء میں تحریری بیعت کی۔ ۱۹۳۹ء میں اُس وقت وہ نماز تراویح پڑھ رہے تھے جب اُن کے گھر سے رونے کی آوازیں آئیں تو معلوم ہوا کہ اُن کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ انہوں نے انّاللّٰہ پڑھا اور اپنے نواسہ سے (جو تراویح پڑھا رہا تھا) فرمایا کہ وہ حسب معمول سیپارہ مکمل کرے۔ پھر پوری نماز ختم کرنے کے بعد وہ دیگر اقرباء کے ہمراہ گھر تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ ایک نوجوان نے حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ سے کہا کہ یورپ میں فجر کی نماز وقت پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے لیکن خدا کے فضل سے نصف صدی کا عرصہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر مَیں نے کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔

حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کو ایک دفعہ ملکہ میریؔ نے ونڈسر محل میں مدعو کیا۔ دورانِ گفتگو نماز عصر کا وقت ہوگیا لیکن قاعدہ کے مطابق جب تک ملکہ ملاقات ختم نہ کرے، اس وقت تک ملاقاتی اشارۃً بھی ملاقات کے اختتام کی کوشش نہیں کرسکتا۔ تاہم آپؓ کے چہرہ پر فکر کے آثار دیکھ کر ملکہ نے پوچھا تو آپؓ نے بتایا کہ میری نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ اس پر ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ہدایت کی کہ چودھری صاحبؓ کے نمازوں کے اوقات نوٹ کرلئے جائیں اور اگر دورانِ ملاقات نماز کا وقت آجائے تو فوراً بتادیا جائے۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ تابعین میں بھی احمدیوں کی ایک بڑی تعداد نماز کے لئے ہر قربانی دیتی چلی آئی ہے۔ چنانچہ گھٹیالیاں کی احمدیہ مسجد میں ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو اُس وقت نمازیوں پر فائرنگ کرکے پانچ احمدیوں کو شہید کردیا گیا جب وہ نماز فجر کے وقت مسجد میں جمع تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک بار بیان فرمایا تھا کہ انگلستان میں قیام کے دوران ایک مرتبہ نئے سال کے آغاز کے وقت جب لندن کے ٹرائفالگر سکوائر میں رات بارہ بجے کوئی تہذیبی یا مذہبی روک باقی نہیں رہتی، آپؒ اُس وقت بوسٹن کے انڈرگراؤنڈ سٹیشن پر تھے، آپؒ نے وہاں اخبار بچھائے اور نفل پڑھنے شروع کئے۔ اس پر ایک بوڑھا انگریز سسکیاں بھر کر کہنے لگا کہ ساری قوم اس وقت بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی اپنے ربّ کو یاد کر رہا ہے، اس چیز کے موازنہ نے میرے دل پر ناقابل برداشت اثر کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بے پناہ مصروفیات کے باوجود نماز اور دیگر دینی شعار کے پابند تھے چنانچہ نوبل انعام ملنے کی اطلاع پر سب سے پہلے مسجد فضل پہنچے اور نوافل ادا کئے۔ آپ جمعہ کے روز اوّل وقت پر تشریف لاتے اور پہلی صف میں بیٹھتے۔

حضرت مولانا ظہور حسین صاحب بخارا کو جاسوسی کے الزام میں روس کی جیلوں میں بہت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے وہاں بھی عبادت کا جھنڈا بلند رکھا۔ چنانچہ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں روزانہ تہجد اور نمازیں پڑھتا اور قرآن شریف کی تلاوت کرتا۔ یہ دیکھ کر اشک آباد جیل کے ترک قیدیوں کو مجھ سے شدید محبت ہوگئی۔ تاشقند جیل میں بھی بہت سے مسلمان قیدی تھے جنہوں نے

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳/جنوری ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم چودھری محمد علی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

دیدۂ نمناک کا تازہ شمارہ دیکھنا
ق قسمت کا سرِ مژگاں ستارہ دیکھنا
منتظر مت رہنا بزم ناز میں فرمان کا
آنکھ کا ارشاد ، ابرو کا اشارہ دیکھنا
مَیں غلام ابن غلام ابن غلام
میری جانب بھی کبھی مُڑ کر خدا را دیکھنا

مجھے اپنا امام منتخب کر لیا۔

الحاج مولوی محمد شریف صاحب کو حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے مکہ میں اُس وقت گرفتار کر لیا گیا جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ نے جیل میں جاتے ہی قرآن کریم طلب کیا اور اکثر وقت اس کی تلاوت میں گزارتے رہے۔ جیل میں جو وصیت اپنے بیٹوں کے نام لکھی اس میں فرمایا: "تمام نمازیں باجماعت ادا کرنے کی کوشش کیا کریں"۔

حضرت بھائی عبدالرحیم شرما صاحب (کشن لعل) نے جب احمدیت قبول کی تو آغاز میں ایک لمبا عرصہ چھپ کر نماز پڑھتے رہے۔ جب گھر میں اس بات کا علم ہوا تو پہلے آپکو سمجھانے کی بہت کوشش کی گئی، پھر سختی کی گئی لیکن آپؓ نے ہر اذیّت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور نماز کو ترک کرنا گوارا نہ کیا۔

مکرم غلام احمد چشتی صاحب معلم وقف جدید پہلے فوج میں ملازم تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر آپ کو فوج سے فارغ کرتے ہوئے آپ کے افسر نے لکھا کہ اس نوجوان کے دماغ میں کوئی عارضہ ہے جس کی وجہ سے یہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت کرتا اور روتا ہے۔

سویڈن کے نواحمدی محمود ارکسن صاحب جب لازمی فوجی تربیت میں تھے تو آپ نے بادشاہ کو براہ راست درخواست دی کہ آپ کو نماز کے صحیح وقت پر ادا کرنے کے لئے رخصت دی جائے۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔

حضرت شیخ محمد شفیع صاحب آف بھیرہ محکمہ نہر میں ضلعدار تھے۔ ایک دن مہتمم نہر نے (جو ہندو تھا) جمعہ کی نماز کے وقت آپ کو بلا بھیجا تو آپ نے انکار کردیا اور اُس نے سپرنٹنڈنٹ سے شکایت کردی۔ آپ کا جواب سن کر افسر نے نماز جمعہ کے لئے ملازمین کو مستقل ایک گھنٹہ کی رخصت محکمہ سے منظور کروادی۔

قادیان اور ربوہ کے بہت سے دوکاندار اور قلی مزدور بھی نماز باجماعت کے ایسے عاشق تھے کہ انہیں اپنے کام کی پرواہ کئے بغیر نماز کے وقت صرف مسجد جانے کا ہی خیال رہتا۔ حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے جب ۱۹۸۸ء میں تحریک فرمائی کہ یورپ کے احمدی جمعہ پڑھنے کا اہتمام کریں اور اگر نوکریاں اس راہ میں حائل ہوں تو وہ بھی چھوڑ دیں، اس پر کئی ایک نے نوکریوں سے استعفے دیدئے اور اللہ تعالیٰ نے اکثر کو پہلے سے بہتر روزگار عطا فرمایا جبکہ بعض کو شدید مشکلات سے بھی گزرنا پڑا۔

مختلف احباب کی روایات ہیں کہ حضرت حاجی غلام احمد صاحب باقاعدگی سے نماز تہجد پڑھتے تھے، ایک دفعہ دعوت الی اللہ کے لئے گئے اور رات دو بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر سونے کے لئے لیٹے لیکن ایک گھنٹے بعد ہی نماز تہجد کے لئے جاگ گئے۔ حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب بھی باقاعدہ تہجد ادا کرتے تھے خواہ رات کو کتنی ہی دیر سے سوئے ہوں۔ حضرت مولوی عطاء اللہ کلیم صاحب کو بھی سفر و حضر میں کبھی تہجد کا ناغہ کرتے نہیں دیکھا۔ مکرم قریشی نورالحق تنویر صاحب حصول تعلیم کے لئے چھ سال مصر میں مقیم رہے اور روزانہ ڈائری کا آغاز اسی فقرہ سے ہوتا کہ الحمدللہ آج بروقت تہجد کے وقت آنکھ کھل گئی۔

...... ❀ ...... ❀ ...... ❀ ......

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۱/مارچ ۲۰۰۳ء میں مکرم حنیف احمد محمود صاحب قیام نماز کے چند دلکش نظارے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ گھٹیالیاں کی احمدیہ مسجد میں نماز فجر کے بعد دہشت گردی کے نتیجہ میں شہید ہونے والے ایک نوجوان کی والدہ نے یہ اظہار کیا کہ "ایک بچے کی جان کیا، اگر مسجد کی آبادکاری کے لئے مجھے باقی بچوں کے خون کا نذرانہ بھی دینا پڑا تو یہ میرے لئے باعث فخر ہوگا ...... مَیں نے اپنے باقی بچوں سے مسجد کی آبادکاری کا حلف لے لیا ہے۔"

اسلام آباد (پاکستان) میں احمدیہ مسجد کے قریب ہی چند احمدی دوست اپنا کاروبار کرتے ہیں اور ان میں سے دو تین باقاعدگی سے ساری نمازیں ادا کرنے مسجد آتے ہیں اور اس دوران کاروبار کی پروا نہیں کرتے۔ ظہر کے وقت قریبی دفاتر سے بھی کئی دوست اپنے کاموں کا حرج کرکے آجاتے ہیں۔ بہت سے ٹیکسی ڈرائیور ہیں جو نماز کے وقت سواری کو نہیں اٹھاتے تاکہ نماز سے محروم نہ ہوجائیں۔ سیرالیون میں بھی قیام کے دوران مَیں نے کئی ادھیڑ عمر ایسے نمازیوں کو دیکھا جو ہر سال کئی ماہ کی شدید بارشوں سے بے پروا ہو کر ہر نماز مسجد میں ادا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ اپنی علالت اور کمزوری کے باوجود بھی مسجد میں نماز ادا کرنے کو ترجیح دیتے رہے۔ آپؒ نے ایک بار فرمایا: "نماز کی حفاظت جس کے لئے جماعت احمدیہ قائم کی گئی ہے، ہمارا اوّلین فرض ہے۔ ہمارے سارے نظام اس مرکزی کوشش کے لئے غلامانہ حیثیت رکھتے ہیں۔"

...... ❀ ...... ❀ ...... ❀ ......

مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱/جنوری ۲۰۰۳ء میں مکرم پروفیسر محمد شریف خان صاحب اپنے والد محترم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابو حنیفی کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ۱۰/اکتوبر ۱۸۸۵ء کو ضلع گوجرانوالہ کے چک سان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبدالحکیم قریشی آپ کی پیدائش سے قبل ہی آسٹریلیا چلے گئے تھے جہاں انہوں نے دوسری شادی کرلی۔

مکرم حبیب اللہ خانصاحب کو ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور بھجوادیا گیا جہاں تعلیم ختم کرکے آپ فوج کی میڈیکل کور میں بھرتی ہوکر مشرقی افریقہ چلے گئے اور وہیں ۱۹۲۳ء میں محترم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم کے ذریعے احمدیت کی روشنی سے منور ہوئے اور پھر بڑی تیزی سے اخلاص میں ترقی کی۔ ۱۹۲۴ء میں نظام وصیت سے منسلک ہوگئے۔ تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں بھی شامل ہوئے۔ اپنے بیٹے محمد منیر شامی کو خدمت دین کے لئے وقف کیا لیکن وہ ۱۹۴۷ء میں مرکز احمدیت کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوگئے تو پھر چھوٹے بیٹے (مضمون نگار) سے وقف کرنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر مضمون نگار نے لبیک کہا۔

قبول احمدیت کے بعد آپ کے والدین اور رشتہ داروں نے سخت مخالفت کی لیکن آپ نے پامردی سے اس مخالفت کا مقابلہ کیا۔ تعلیم و تربیت کی غرض سے اپنے بچوں کو قادیان میں رکھا۔ پاکستان بننے کے بعد اپنے آبائی گاؤں آگئے۔ بچوں کی تربیت کے لئے بہت محنت کی۔ گکھڑ منڈی کی جماعت میں بہت خدمت کی توفیق پائی اور لمبا عرصہ وہاں سیکرٹری مال بھی رہے۔

۱۹۴۰ء میں آپ کو TB ہوگئی تو دعا کرتے ہوئے ایک رات سوتے میں آواز آئی کہ تمہیں سترہ دن کی چھٹی دی جاتی ہے۔ پریشانی کے عالم میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں خواب تحریر کی تو حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ یہ تو مبشر خواب ہے، آپ کو سترہ دن چھوڑ، اس سے زیادہ سالوں کی زندگی کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضورؓ کی دی ہوئی بشارت کے مطابق آپ مزید ۳۴ سال زندہ رہے اور ۲۰/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ربوہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

...... ❀ ...... ❀ ...... ❀ ......

مکرم الحاج مولوی محمد شریف صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۱/جنوری ۲۰۰۳ء میں مکرم محمد محمود طاہر صاحب اپنے تایا مکرم الحاج مولوی محمد شریف صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ۵/اکتوبر ۱۹۲۲ء کو مانگٹ اونچا (ضلع حافظ آباد) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد الحاج میاں پیر محمد صاحب تجارت کرتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ زینب بی بی صاحبہ نے گاؤں کے سینکڑوں بچوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ آپ کے تایا حضرت مولوی فضل الدین صاحبؓ نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی اور وہ یوپی اور حیدرآباد دکن میں مربی سلسلہ کے طور پر بھی مقیم رہے۔ آپ کے والد نے بھی اگرچہ اُسی وقت احمدیت قبول کرلی لیکن قادیان نہ جاسکے۔ وہ ۱۹۱۰ء میں پہلی بار پیدل قادیان پہنچے اور حضرت خلیفۃالمسیح الاوّلؓ کی دستی بیعت کی۔

محترم مولوی محمد شریف صاحب نے ابتدائی تعلیم حافظ آباد سے حاصل کی۔ پرائمری کے بعد مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوگئے۔ ۱۹۴۲ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور زندگی وقف کردی۔ وقف کی منظوری آنے تک چار سال کے لئے فوج میں ملازمت کی۔ ۱۹۴۶ء میں دفتر تحریک جدید میں حاضری دی تو افریقہ کے لئے تقرری ہوئی لیکن پھر تقسیم ہند اور آپ کی بیماری کی وجہ سے دفاتر تحریک جدید میں تعینات ہوئے۔ پہلے وکالت دیوان اور پھر دفتر آڈیٹر میں اور ۱۹۵۸ء میں اکاؤنٹنٹ جامعہ احمدیہ مقرر ہوئے اور یہیں سے ریٹائرڈ ہوئے۔

آپ کی شادی مکرمہ صادقہ بیگم صاحبہ بنت حضرت فضل محمد صاحب ہرسیاں والے سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ ایک بیٹے مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ برازیل میں ہیں۔

جنوری ۱۹۷۴ء میں آپ کو اپنی والدہ کے ہمراہ حج کی ادائیگی کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد میں ایک معاند احمدیت کی رپورٹ پر آپ دونوں کو حراست میں لے لیا گیا اور قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ قاضی نے کہا کہ یا تو دونوں توبہ کرکے مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہاری سزا قتل ہے۔ پھر مقدمہ چلتا رہا۔ حالات کے مطابق آپ نے آخری وصیت نامہ بچوں کے نام تحریر کیا جس میں انہیں احمدیت کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کی نصیحت بھی کی۔ ڈیڑھ ماہ کی قید تنہائی صبر و استقامت سے گزارنے کے بعد آپ کو رہائی مل گئی۔

آپ بہت سادہ مزاج اور قانع تھے، نماز باجماعت کے پابند تھے۔ روزانہ سیر اور مسواک کا استعمال باقاعدگی سے کرتے تھے۔ آپ کی وفات پر آپ کے بیٹے مکرم ڈاکٹر کریم احمد شریف صاحب نے جو نظم کہی، اس میں سے انتخاب پیش ہے:

راہِ مولیٰ میں سہی قید بہ ارض کعبہ
سب کو دکھلایا کہ حق یوں بھی ادا ہوتا ہے
تیرا محبوب تھا بندہ سو تجھی کو سونپا
حق کہاں ہم سے امانت کا ادا ہوتا ہے

...... ❀ ...... ❀ ...... ❀ ......

قلندر مومند صاحب کی وفات

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱/فروری ۲۰۰۳ء میں پشتو زبان کے نامور ادیب، شاعر، صحافی، محقق اور تنقید نگار محترم صاحبزادہ حبیب الرحمٰن صاحب المعروف قلندر مومند صاحب کی وفات کی خبر شائع ہوئی ہے۔ آپ ۴/فروری ۲۰۰۳ء کو ۷۴ سال کی عمر میں پشاور میں انتقال کرگئے۔ یکم ستمبر ۱۹۳۰ء کو بازید خیل میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور پشتو کے فاضل ہونے کے ساتھ انگریزی میں M.A. اور L.L.B بھی کیا۔ مختلف اخبارات میں بطور صحافی اور ایڈیٹر کام کیا۔ شعبہ درس و تدریس سے بھی وابستہ رہے۔ گومل یونیورسٹی کے لیکچرار اور انگریزی و قانون کے شعبہ جات کے چیئرمین رہے۔ ۱۹۸۲ء میں پشتو ڈکشنری پراجیکٹ کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ یہ ڈکشنری ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۷۹ء میں تمغۂ حسن کارکردگی، ۱۹۸۹ء میں نیشنل ایوارڈ اور ۱۹۹۶ء میں ستارۂ امتیاز کے اعزازات سے نوازے گئے۔ کئی کتب کے مصنف تھے جو تدریسی نصاب میں بھی شامل ہیں۔ شیکسپیئر کے ڈراموں کا پشتو ترجمہ بھی کیا۔ ۲۰۰۲ء میں انٹرنیشنل پشتو کانفرنس کا افتتاح اور اختتام آپ نے کیا۔

...... ❀ ...... ❀ ...... ❀ ......

اعزاز

مکرم ڈاکٹر بریگیڈیئر مسعود الحسن نوری صاحب کو ان کی اعلیٰ پیشہ وارانہ خدمات کے پیش نظر صدر پاکستان نے "ستارۂ امتیاز ملٹری" کے اعزاز سے نوازا ہے۔ ایک دوسری خبر کے مطابق آپ کو آئندہ دو سال کیلئے پاکستان سوسائٹی آف انٹرنیشنل کارڈیالوجی (PSIC) کا بلامقابلہ صدر بھی منتخب کیا گیا ہے۔ یہ سوسائٹی پاکستان کے نامور ماہرین امراض قلب پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزازات مبارک فرمائے۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 Friday, August 15, 2003 Issue No. 33

بقیہ:افتتاحی خطاب از صفحہ نمبر۲

’’بات یہ ہے کہ جب انسان جذبات نفس سے پاک ہوتا اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ ابتلاء میں پڑتے ہیں وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ سے مطابق نہیں ہوتا۔ خدا کی رضا اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے چلتا ہے۔ مثلاً غصہ میں آ کر کوئی ایسا فعل اس سے سرزد ہو جاتا ہے جس سے مقدمات بن جایا کرتے ہیں۔ فوجداریاں ہو جاتی ہیں، مگر اگر کسی کا یہ ارادہ ہو کہ بلا استصواب کتاب اللہ اس کا حرکت و سکون نہ ہوگا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان کے خلاف وہ نہیں چلے گا۔’’ اور اپنی ہر ایک بات پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے گا، تو یقینی امر ہے کہ کتاب اللہ مشورہ دے گی۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الانعام:۶۰) یعنی اَور کوئی تر یا خشک چیز نہیں مگر (اس کا ذکر) ایک روشن کتاب میں ہے۔ سو اگر ہم یہ ارادہ کریں کہ ہم مشورہ کتاب اللہ سے لیں گے، تو ہم کو ضرور مشورہ ملے گا، لیکن جو اپنے جذبات کا تابع ہے وہ ضرور نقصان ہی میں پڑے گا۔‘‘

جیسے آج کل بھی بعض آپ دیکھتے ہیں کہ جذبات کے تابع ہو کر لڑائیاں ہوتی ہیں اور خاندان کی بدنامی کا بھی باعث بن رہے ہوتے ہیں۔ اپنا مال بھی ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

’’بسا اوقات وہ اس جگہ مواخذہ میں پڑے گا۔ سو اس کے مقابل اللہ نے فرمایا کہ ولی جو میرے ساتھ بولتے چلتے کام کرتے ہیں، وہ گویا اس میں محو ہیں۔ سو جس قدر کوئی محویت میں کم ہے وہ اتنا ہی خدا سے دور ہے۔ لیکن اگر اس کی محویت ویسی ہی ہے جیسے خدا نے فرمایا تو اس کے ایمان کا اندازہ نہیں۔ ان کی حمایت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من عادلی ولیاً فقد اٰذنتهٗ بالحرب (الحدیث) بے شک جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے (یعنی جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے تو مَیں اُسے جنگ پر متنبہ کرتا ہوں)۔ اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کس قدر بلند ہے اور اس کا پایہ کس قدر عالی ہے۔ جس کا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہے تو خدا اس کا کس قدر معاون و مددگار ہوگا‘‘۔

پس ہم سب جو اس جلسہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سننے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے رسول کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور اس تقویٰ کے زیر اثر اس زمانہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق بھی پائی ہے۔ آپ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر شر سے بچائے جانے کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’لوگ بہت سے مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں، لیکن متقی بچائے جاتے ہیں بلکہ ان کے پاس جو آ جاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ ان سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔

متقی کے لئے ایک اور بھی وعدہ ہے۔ ﴿لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَۃِ﴾ (یونس:۶۵) یعنی جو متقی ہوتے ہیں ان کو اسی دنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ صاحبِ مُکَاشَفَات ہو جاتے ہیں۔ مُکَالَمَۃُ اللّٰہِ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ﴾ (حم السجدۃ:۳۱)۔ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت دکھاتے ہیں، یعنی ابتلاء کے وقت ایسا شخص دکھلا دیتا ہے کہ جو میں نے منہ سے وعدہ کیا تھا، وہ عملی طور سے پورا کرتا ہوں۔

ابتلا ضروری ہے۔ جیسے یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾ (العنکبوت:۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کی، ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے، جو اللہ سے دور رکھتی ہے، اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں ان میں سلسلہ الہام کے لئے ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے۔ پھر متقی کی شان میں ایک اور جگہ فرمایا ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (یونس:۶۳) یعنی جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کوئی غم نہیں۔ جس کا خدا متکفل ہو اس کو کوئی تکلیف نہیں، کوئی مقابلہ کرنے والا ضرر نہیں دے سکتا اگر خدا ولی ہو جائے۔ پھر فرمایا ﴿وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حم السجدہ:۳۱) یعنی تم اس جنت کے لئے خوش ہو جس کا تم کو وعدہ ہے۔

قرآن کی تعلیم سے پایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے دو جنت ہیں۔ جو شخص خدا سے پیار کرتا ہے کیا وہ ایک جلنے والی زندگی میں رہ سکتا ہے؟ جب اِس جگہ دنیا میں ایک حاکم کا دوست دنیوی تعلقات میں ایک قسم کی بہشتی زندگی میں ہوتا ہے تو کیوں نہ ان کے لئے دروازہ جنت کا کھلے جو اللہ کے دوست ہیں، اگرچہ دنیا پر از تکلیف و مصائب ہے، لیکن کسی کو کیا خبر وہ کیسی لذت اٹھاتے ہیں؟ اگر ان کو رنج ہو تو آدھ گھنٹہ تکلیف اٹھانا بھی مشکل ہے، حالانکہ وہ تو تمام عمر تکلیف میں رہتے ہیں۔ ایک زمانہ کی سلطنت ان کو دے کر ان کو اپنے کام سے روکا جاوے تو کب کسی کی سنتے ہیں؟ اس طرح خواہ مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں وہ اپنے ارادہ کو نہیں چھوڑتے۔

فرمایا کہ سب سے اعلیٰ نمونہ آنحضرت ﷺ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہادی کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں۔ ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے۔ ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ جب قوم نے دیکھا کہ مصائب و شدائد سے ان پر کوئی اثر نہ پڑا، تو انہوں نے جمع ہو کر بادشاہت کا وعدہ دیا، اپنا امیر بنانا چاہا۔ ہر ایک قسم کے سامان آسائش مہیا کر دینے کا وعدہ کیا۔ حتیٰ کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی۔ بدیں شرط کہ حضرتؐ بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔ لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسی ہی اس وعدہ بادشاہی کے وقت حضرتؐ نے کچھ پروا نہ کی اور پتھر کھانے کو ترجیح دی۔ سو جب تک خاص لذت نہ ہو، تو کیا ضرورت تھی کہ آرام چھوڑ کر دکھوں میں پڑتے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ:خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ پس لازم ہے اس جلسہ پر جو بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ضرور تشریف لائیں جو استطاعت رکھتے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کی خاطر ادنیٰ حرجوں کی پرواہ کریں اس کے لئے سفر خرچ ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے رہیں۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ زیادہ مہمانوں سے ہم پر بوجھ ہوگا یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارا متکفّل ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت عشق و محبت اور تعلیم و تربیت کی وجہ سے اس جلسہ میں شامل ہونے کی خواہش اور تڑپ رکھتی ہے خاص طور پر جہاں خلیفہ موجود ہو وہاں تڑپ کے ساتھ آنا چاہتے ہیں لیکن باوجود خواہش کے لاکھوں احمدی پہنچ نہیں پاتے۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے MTA نعمت عطا فرمائی ہے اور دنیا کے کونے کونے سے لوگ اس جلسہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اس شکر کے ساتھ بے اختیار حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں جنہوں نے یہ سامان مہیا کرنے کے لئے کوشش فرمائی۔ حضور انور نے فرمایا جلسہ میں مہمانوں اور میزبانوں دونوں کو خوش خلقی اور خوش مزاجی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور برداشت کا مادہ پیدا کرتے ہوئے اپنے بھائی کے آرام کا خیال رکھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ۱۹۰۳ء کے الہامات بیان فرمائے جن میں جماعت کی ترقی کی پیشگوئیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی حفاظت اور تائید کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پیشگوئیاں پوری ہوتی ہم نے دیکھی ہیں اور پوری ہوتی رہیں گی اور ہم دین کے غلبہ کا دن بھی دیکھیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت خدا کے وعدوں کو ٹال نہیں سکتی۔

خطبہ کے آخر میں حضور ایدہ اللہ نے شاملین جلسہ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی یہ دعا پڑھ کر سنائی:۔ ’’ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے۔۔۔ اے خدائے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔‘‘ آمین ثم آمین۔

آخر پر حضور انور نے دعاؤں، ذکر الٰہی، درود شریف اور بکثرت استغفار کرنے کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلائی نیز فرمایا کہ UK نے دنیا بھر میں دل کھول کر جلسہ کیلئے ویزے دئے ہیں اس لئے جلسہ کے بعد اپنے ملکوں کو واپس جائیں اور یورپ میں نہ ٹھہریں۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔